ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

۱۹ جون ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

بہترین مخلوق

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الخلق اعجب الیکم ایمانا۔ قالوا الملئکۃ قال وما لھم لا یومنون وھم عند ربھم قالوا فالنبیون قال وما لھم لا یومنون والوحی ینزل علیھم قالوا فنحن قال وما لکم لا تومنون وانا بین اظھرکم قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعجب الخلق الی ایمانا لقوم یکونون من بعدی یجدون صحفا فیھا کتاب یومنون بما فیھا۔

(رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

ترجمہ:- عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے لحاظ سے کون لوگ زیادہ بہتر ہیں۔ صحابہ کرام رض نے کہا کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کیوں ایمان نہ لائیں جب کہ اپنے رب کے نزدیک ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ پھر انبیاء کرام۔ فرمایا کہ وہ کیوں ایمان نہ لائیں جب کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ صحابہ کرام نے فرمایا، پھر ہم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کیوں نہ ایمان لاؤ، جب کہ میں تم میں موجود ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا، کہ میرے نزدیک بہترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے اور اللہ کی کتاب کے مندرجات پر پختہ ایمان لائیں گے۔

خوشخبری

عن ابی امامۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال طوبی لمن رانی وطوبی سبع مرات لمن لم یرنی وامن بی۔ (رواہ احمد)

ترجمہ:- ابی امامہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور سات مرتبہ خوشخبری اس شخص کے لیے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔

ایک عمدہ حدیث

عن ابی محیریز قال قلت لابی جمعۃ رجل من الصحابۃ حدثنا حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم احدثکم حدیثا جیدا تغدینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعنا ابو عبیدۃ بن الجراح فقال یا رسول اللہ احد خیر منا اسلمنا وجاھدنا معک قال نعم قوم یکونون من بعدکم یومنون بی ولم یرونی۔ (رواہ احمد والدارمی)

ترجمہ:- ابن محیریز سے روایت ہے کہ میں نے ابی جمعہ سے کہا (جو کہ صحابہ میں سے تھے) ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ میں ایک عمدہ حدیث سُناتا ہوں۔ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھے اور ابو عبیدہ بن جراح بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ابو عبیدہ رض نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے بہتر بھی کوئی ہے جب کہ ہم اسلام لائے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ فرمایا۔ ہاں — میرے بعد لوگ ہوں گے جو مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا۔

کچھ لوگ

عن عبد الرحمن بن العلاء الحضرمی قال حدثنی من سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ سیکون فی اخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن۔

(رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

ترجمہ: عبدالرحمن بن العلاء الحضرمی سے روایت ہے کہ مجھے اس شخص نے حدیث سُنائی جس نے نبی پاک سے سُنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس اُمت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کا اجر اُمت کے پہلے لوگوں جیسا ہوگا۔ وہ نیکی کا حکم کرتے رہیں گے اور بُرائی سے روکتے رہیں گے اور اہلِ فتن سے لڑیں گے۔

محبت رسول

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من اشد امتی لی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رانی باھلہ ومالہ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:- ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وہ لوگ بے حد محبوب ہیں جو میرے بعد ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہے گا کہ اگر مجھے دیکھ پاتا تو اپنا مال اور اولاد مجھ پر قربان کر دے گا۔ (اللھم ارزقنا حبک وحب حبیبک)

خدائی مہم

عن معاویۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: معاویہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ خدائی مہم پر قائم رہے گا۔ اسے نہ اندرونی دشمن نقصان پہنچا سکے گا اور نہ بیرونی دشمن۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آ پہنچے گا اور وہ اسی طرح مہم پر قائم ہوں گے۔

(اللھم اجعلنا منھم)

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

ہفت روزہ
خدام الدین

سالانہ چندہ - ۱۱ روپے
ششماہی - ۶ روپے

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۱ | ۸ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۶۴ء | شمارہ ۶

جامعہ حمیدیہ

بخاری

چند اہل ثروت و اہل دل حضرات کی کوششیں جامعہ حمیدیہ کی صورت میں بارآور ہو رہی ہیں لاہور سے تقریباً ۳ میل اور ملتان روڈ سے صرف چار پانچ میل کے فاصلہ پر وسیع اراضی کے قطعات میں جامعہ حمیدیہ کی پرشکوہ عمارتیں زیر تعمیر ہیں ضروری حصے تعمیر ہو چکے ہیں اور طلبا کی تعلیم و تربیت کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ ہمارے ہاں نہ دنیوی مدارس کی کمی ہے اور نہ دینی درس گاہوں کی جو کمی تھی وہ یہ تھی کہ دینی مدرسہ سے فراغت کے بعد ایک سند یافتہ عالم کو مسجد کے سوا اور کہیں کوئی مقام نہ دیا جاتا اس بنا پر کہ چونکہ مروجہ دنیاوی تعلیم اس نے حاصل نہیں کی لہذا اس میں کسی اور شعبہ حیات میں داخل ہونے کی اہلیت نہیں یہ اندازہ درست ہو یا نادرست مگر عملی صورت یہی ہے۔ جامعہ حمیدیہ کے بنیادی مقاصد میں اسی امر کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ بچوں کی تربیت میں کوئی کمی واقع نہ رہ جائے۔ دنیاوی اور دینی ہر دو لحاظ سے اس جامعہ کا فارغ التحصیل زندگی کے فرائض میں کما حقہ حصہ لے سکے۔ دیگر پبلک اسکولوں کے طلبا دینی تعلیم بھی نہیں رکھتے بلکہ ابتدائی جماعتوں میں بچوں کی نگہداشت و پرداخت عیسائی مستورات کے رحم و کرم پر ہوتی ہے جو عملاً بچوں کو مذہبی واقفیت سے دور رکھتی ہیں قیام پاکستان کے بعد گو ان مدارس میں مسجد اور ایک مولوی صاحب کا اضافہ ہو گیا ہے لیکن وہاں کی تعلیم کے زیر اثر بچہ یہی سمجھتا ہے کہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے۔ اگر کسی نے پارسا اور نیک بننا ہو تو مسجد وغیرہ جائے جامعہ حمیدیہ میں اسی بے راہ روی کا توڑ رکھا گیا ہے بچے کے معصوم ذہن میں اگر شروع ہی سے خشیۃ اللہ اور حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کر دی جائے۔ تو مابعد زندگی کے جس شعبہ میں وہ ہو گا انشاء اللہ یہ دو عظیم طاقتیں پہرہ دے رہی ہیں گی اور اولاً مسلمان ہو گا اور بعد ازاں اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دینے والا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جامع کو معرض وجود میں لانے والوں کی ہر طرح دستگیری فرمائے۔ ہم اغنیاء کو توجہ بھی دلاتے ہیں کہ اس ضمن میں اللہ کی طرف سے اپنے اوپر عائد شدہ ذمہ داری کو پورا کریں اپنے بچے وہاں بھیجیں اور انہیں صحیح دینی و دنیوی تعلیم دلائیں۔

ہمارے میزانیے

نئے مالی سالوں کے میزانیے ہماری قومی و صوبائی اسمبلیوں میں پیش ہوئے ہیں۔ ہمارے ارباب اقتدار کا دعویٰ ہے کہ ان کے پیش نظر مملکت کی فلاح و بہبود ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس دعویٰ کی تکمیل کی توفیق عطا کرے ایک چیز جس کے اہتمام کے لئے ہمیں اپنی حکومت سے گذارش کرنا ہے وہ جو اسلام کی نشر و اشاعت کیلئے ہم نے کیا جائزہ لیا ہے کہ یہ مملکت قومیت کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر مذہب کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی تھی ہم نے تمام دنیا والوں کے سامنے عہد کیا تھا کہ پاکستان میں ہم زندگی اللہ کے دین کے مطابق گذاریں گے لیکن سابقہ حکومتوں کی بدنیتیوں کی بدولت ہم تاحال اسلامی مشاورتی کونسل کے قیام سے آگے نہیں بڑھے۔ دوسری طرف اسلام کے مخالف عناصر کی سرگرمیاں چند لمحات کے لئے بھی ساکن نہیں ہوئیں عیسائی مشنریاں بدستور برسر عمل ہیں، ہندوستان سے شدھی اور مسلمانوں کے اخراج کی کوششیں برابر جاری ہیں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہم اپنے مصارف میں سے کتنا سرمایہ اسلام کی بقاء ختم نبوت کے تحفظ اور اسی قسم کے دیگر مقاصد کے لئے صرف کرتے ہیں یا بالکل نہیں کرتے، اگر جواب اثبات میں ہے تو سمجھ لیں کہ ہمارا قدم اپنی متعین کردہ منزل کی طرف اٹھ رہا ہے اور اگر جواب نفی میں ہے تو ایک ثانیہ کے توقف کے بغیر ہم نے اس طرف توجہ دینی ہے اور ایک مسلمان کی حیثیت سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان کو نبھانا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری اس درخواست کو حکومت پاکستان فوراً عملی جامہ پہنائے گی۔

جرأت مندانہ اقدام

آزاد قوموں کے لئے یہ کہاں زیب دیتا ہے کہ اپنے ملکی منصوبہ جات کی تکمیل کے لئے دوسروں پر تکیہ کریں، ڈھاکہ ایرپورٹ کی اعانت کے لئے امریکہ نے اس لئے ڈالر روک لئے کہ ہم نے چین سے امن کا معاہدہ کر لیا گویا امریکی امداد مشروط ہے وہ امداد صرف اس صورت میں دے گا کہ مسلمان کا جو شیوہ الحب للہ والبغض للہ کا ہوتا ہے وہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ حب اور بغض امریکی مفاد کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہماری حکومت نے اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔ اور اب ڈھاکہ ہوائی اڈہ کی تعمیر غیر ملکی امداد کے بغیر ہو گی گویا اب ہم صرف نصرت الہی کے طلب گار ہوئے ہیں جو انشاء اللہ بشرط حسن نیت آئے گی اور ہم انشاء اللہ مقصد میں کامیاب ہوں گے اس برصغیر میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے بڑے بڑے تعمیری منصوبے کامیاب ہوئے آگرہ کا تاج محل کسی غیر ملکی امداد سے تعمیر ہوا تھا؟ یہ ہند و پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے قلعے مقبرے و مساجد باغات اور دیگر عمارات میں کونسے ڈالر پونڈ یا فرانک آئے تھے بلکہ اس دور میں ایک مملکت کے لئے دوسروں کے امداد لینا ایک توہین آمیز فعل ہوتا تھا۔ اگر ہم نے اسی طرح جرأت کا ثبوت دیا تو اللہ تعالیٰ کے کام کسی کے نہیں رکتا ہمت بشرط غیر ملکی امداد دینے والوں کے حواس درست ہو جائیں گے۔

خدا کی یاد طاقت ہماری
مصلّے ہے ہمارا تخت شاہی

ہماری فوج ہے اخلاق حسنہ
ہمارا حصن ہے ترک مناہی

دعائے صحت

مولانا محمد عیسیٰ صاحب سکنہ میاں علی کی اہلیہ محترمہ جو مولانا محمد اسعد صاحب مبلغ مجلس ختم نبوت کی ہمشیرہ ہیں بعارضہ فالج صاحب فراش ہیں۔ قارئین سے استدعا ہے کہ وہ صدق دل سے ان کے لئے دعاء صحت فرمائیں۔ (ادارہ)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۱ جون ۱۹۶۴ء مطابق ۲۹ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

جو لوگ اللہ کی یاد سے غافل ہیں وہ رُوحانی طور پر لُولے لنگڑے اور لُنجے ہیں

از حضرت مولینا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ (حال وارد لاہور)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کے پاک نام میں اس قدر کشش ہے کہ ہمارے بعض بھائی دُور دُور سے محض اللہ کی یاد کے لئے تشریف لے آتے ہیں کوئی لائلپور سے آیا ہے کوئی شیخوپورہ سے اور کوئی گوجرانوالہ سے حکیم عزیز الرحمٰن صاحب جہلم سے آتے ہیں۔ یہ حضرتؒ کے وقت سے آرہے ہیں یہ لوگ تکلیف اٹھا کر آتے ہیں دعا ہے کہ جن نیک مقاصد سے یہ سب بھائی آتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو گوہر مقصود سے نوازیں اور آخرت میں سُرخ روئی عطا فرمائیں۔

ہمارے بعض بھائی اس وقت فضول اور لایعنی باتوں میں مصروف ہوں گے ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اُس نے اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ ذکر انفرادی ہو یا اجتماعی سب طرح درست ہے مقصد حصول رضائے الٰہی ہے۔ میں ذکر کے بارے میں کہا کرتا ہوں کہ دنیا کے وسائل کی بہتات میں اطمینان نہیں اگر اطمینان ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ اللہ والوں کا دھیان نہ جاگیروں میں ہوتا ہے نہ مال و دولت میں اُن کو چونکہ اطمینانِ قلب کی دولت میسر ہوتی ہے اس لئے وہ ہر حال میں شاداں و فرحاں ہوتے ہیں آخری دنوں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً دس گیارہ ماہ صرف چائے پہ گزارہ کیا اور سارا سارا دن ذکر اذکار میں گزار دیتے تھے۔ اللہ والوں کے سلسلہ کو اوپر تک لے جائیے یہی رنگ نظر آئے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے پہ روزہ رکھتے صحابہ کرام نے بھی عدم وصال میں حضورؐ کی اتباع چاہی۔ حضورؐ نے روک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کھلاتا پلاتا ہے تمہارے ساتھ ایسا نہیں۔

ذکر انسان کے دل کی غذا اور روح کی طمانیت کا باعث ہے دنیوی وسائل دل کی پژمردگی کا باعث ہوتے ہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے ہیں کہ دنیا داروں کو تو دنیا مطلوب دنیا مقصود دنیا محبوب ہوتی ہے یادِ خدا کی توفیق ہی نہیں ہوتی مگر اللہ والوں کے سامنے دولت کے ڈھیر بھی لگا دیئے جائیں تو اُن کی نظر میں اُس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اُن کو اللہ کے نام میں ہی تمام لذتیں میسّر آتی ہیں۔

دنیا ساتھ لے کر کبھی کوئی نہیں آیا اور نہ ہی دنیا ساتھ لے کر کوئی جائے گا۔ کروڑ پتی بھی دنیا یہیں چھوڑ جائیں گے اور لاکھ پتی بھی یہیں چھوڑ جائیں گے۔ ساتھ اگر کوئی چیز جائے گی تو ایمان باللہ اعمال صالح اور ذکر اذکار کا ذخیرہ ہی ساتھ جائیگا۔ اگر زندگی اللہ کے حکموں کے مطابق گذاری، حیّ علی الصلوٰۃ۔ کی آوازہ پہ لبیک کہی تو انشاء اللہ آخرت اچھی ہوگی۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے جو دم غافل سو دم کافر۔ اللہ والوں کی شان ہے کہ اُن کی زبان اگرچہ ساکت بھی ہو مگر دل ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے۔ ہمارے ہاں لطائفِ ستّہ میں دل کی توجہ سے ذکر ہوتا ہے دل اور ذہن کو ایک طرف مائل کر دیا یہ ذکر خفی ہے جس طرح بعض نمازیں جہری ہیں اور بعض سِرّی ہیں اسی طرح ذکر بھی دو نو طرح کے ہیں ذکرِ جہر اور ذکر خفی۔ ذکر جہر سے مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ دل میں شیطانی وسواس نہ آئیں اور دل یادِ الٰہی میں مشغول ہو جائے اللہ سے لو لگ جائے۔ دکھاوا مقصود نہیں ہوتا۔ رات کے وقت اگر بلند آواز سے ذکر کیا جائے تو بڑی لذت آتی ہے ہمارے خاندان قادری میں ذکر جہر اور ذکر خفی دونو طریقے رائج ہیں۔ چاروں سلاسل برحق ہیں ذکر خفی ہو یا جلی انفرادی ہو یا اجتماعی ذاکر کو سرور ضرور ملتا ہے جس طریقہ پر بھی آپ حضرات چاہیں ذکر کریں انشاء اللہ نجات پائیں گے۔ وقت تو یوں بھی کٹ جاتا اگر ذکر میں وقت گذاریں تو خدا کا احسان ہے۔

بعض بھائی آزمائش اور ابتلا کے وقت ناشکری کے کلمات زبان پر لے آتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ صحت تندرستی راحت و آرام میں اگر خدا کی یاد میں مشغول تھے تو آزمائش کے وقت خدا کی یاد سے منہ نہیں موڑنا چاہیئے بلکہ صبر و شکر سے وقت گزارنا چاہیئے ورنہ ساری عبادت پر پانی پھر جائے گا کوئی ناشائستہ جملہ زبان پر نہ آنے پائے ہر وقت ایک ہی لگن ہونی چاہیئے اور وہ لگن ہے اعمال صالح کی اگر ہم نماز پڑھتے ہیں تو کیا کھانا نہیں کھاتے؟ یا کاروبار کرتے ہیں تو کیا آرام نہیں کرتے؟ اسی طرح اگر اللہ کی یاد کے لئے بھی وقت نکالا جائے تو رضائے الٰہی کا تمغہ ملتا ہے جو لوگ اللہ کی یاد سے غافل ہیں وہ روحانی طور پر لُولے لنگڑے اور لُنجے ہیں۔ یہ روحانی کوڑھ ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

آئندہ جو دو ہفتے آرہے ہیں وہ سندھ اور کراچی کے سفر میں گذریں گے انشاء اللہ چھوٹے بھائی حافظ حمید اللہ صاحب ذکر کرایا کریں گے۔ میں اگر نہ بھی موجود ہوں تو مجلسِ ذکر تو بند نہیں ہوگی ہم آپ نہ بھی ہوں تو یہ کام پھر بھی چلتا رہے گا۔ ماشاء اللہ یہ حضرت صاحبؒ کا صدقہ جاریہ ہے کہ ۴۵ برس سے درس جمعہ وغیرہ کبھی ناغہ نہیں ہُوا چاہے حضرتؒ یہاں تشریف فرما ہوتے تھے یا نہیں اب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ تاقیامت باقی رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ یا اللہ العالمین۔

جانشین شیخ التفسیر کا پروگرام

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کے سفر سندھ مطبوعہ خدام الدین مورخہ ۵ جون ۱۹۶۴ء میں مندرجہ ذیل تاریخوں کا مزید اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۱۔ آپ ۲۳ جون بروز منگل دوپہر ۲ بجکر ۳۵ منٹ پر بذریعہ کراچی ایکسپریس حیدر آباد سے روانہ ہو کر اُسی روز شام کے چھ بجے کراچی پہنچیں گے۔ منگل کی رات اور بدھ کا دن کراچی میں قیام فرمائیں گے۔

۲۔ ۲۴ جون بروز بدھ رات کو ۹ بجکر ۵ منٹ پر بذریعہ خیبر میل کراچی سے خان پور کے لئے روانہ ہوں گے اور جمعرات ۲۵ جون کو دن کے آٹھ بجکر ۴۵ منٹ پر خان پور کے اسٹیشن پر آئیں گے اور دین پور تشریف لے جائیں گے اور جمعرات کی رات کو ۹ بجکر آٹھ منٹ پر بذریعہ کراچی ایکسپریس خان پور سے روانہ ہو کر ۲۶ جون جمعہ کی صبح کو سوا چھ بجے لاہور پہنچیں گے۔

خطبہ جمعہ ۲ صفر ۱۳۸۴ھ ۱۲ جون ۱۹۶۴ء

دل کی صفائی حاصل کرنے کا نام تصوف ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

بزرگان محترم!

گزشتہ خطبۂ جمعہ میں آپ حضرات کے سامنے یہ بیان ہوا تھا کہ تزکیہ، احسان اور تصوف ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں مزید براں دورِ صحابہ میں تزکیہ و احسان کی کیفیت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف صحبت کی برکت سے حاصل ہو جاتی تھی اور حضور حاصل ہو جاتا تھا لیکن زمانہ جوں جوں گزرتا گیا محنت اور ریاضت کی ضرورت بڑھتی گئی۔ لوگوں کے دلوں میں غیر اللہ کے تعلق اور دنیا کی محبت کی وجہ سے میل کچیل بڑھنے لگا اور اسے دور کرنے کے لئے بزرگوں کو کتاب و سنت کی روشنی میں مختلف طریقے سوچنے پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

لکل شیٔ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ

یعنی ہر چیز کے صاف کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہوتی ہے جس سے اس کی گندگی اور زنگ دور کیا جاتا ہے اور دلوں کی صفائی کے لئے اللہ جل شانہٗ کا ذکر ہے۔ اس ذکر سے دل کی صفائی کا جو کام کیا جاتا ہے اس سے حضور حاصل ہو جاتا ہے اور اس کا نام سلوک ہے چنانچہ اس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ سہروردیہ کے یہاں وظائف و نوافل کی کثرت ہے، شاذلیہ درود شریف کی زیادتی پر زور دیتے ہیں، نقشبندیہ کے یہاں آہستہ آہستہ ذکر کرتے ہیں اور قادریہ و چشتیہ کے یہاں ذکر جہر کا طریق بھی رائج ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ ذکر جہر سے دل بہت جلد صاف ہو جاتا ہے کیونکہ ذکر جہر کے دوران انسان کی توجہ بھٹکتی نہیں بلکہ ایک ہی طرف مرکوز رہتی ہے بہرحال اللہ والوں کے یہاں ذکر اللہ کے مختلف طریقے ہیں مگر مقصد سب کا فقط وصول الی اللہ ہے۔ یہ سب طریقے آخر میں ایک جگہ یعنی مراقبۂ ذاتِ باری پر آ کر جمع ہو جاتے ہیں اور اسی کو حضور و احسان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ

حاصل

یہ نکلا کہ دل کی صفائی کے جو طریقے ہیں وہی سلوک ہیں اور سلوک و تصوف حضور و احسان ہی نام ہے جس کا ذکر قرآن عزیز میں بار بار کیا گیا ہے۔

سلوک و تصوف بدعت نہیں

اس حقیقت کے باوجود بعض نادان لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو اصول تصوف میں ذکر کئے گئے ہیں یعنی لطائف ستہ پر ذکر، پاس انفاس ذکر جہر، نفی اثبات اور مراقبہ وغیرہ ان کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے تو ان کا یہ اعتراض غلط ہے۔

بدعت کی تعریف

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بدعت کی تعریف یہ ہے کہ دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے اور اسے امت پر لازم کر دیا جائے اور نہ کرنے والوں کو مطعون کیا جائے۔ چنانچہ وہ ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میں عمرہ کے لئے حجاز گیا تو میں نے ایک شیخ سے سوال کیا کہ بدعت کی تعریف کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہر وہ چیز جو سنت رسول اللہ یا عمل صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت کہا جائے گا۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی شخص کلمہ شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے تو کیا بدعت ہوگا۔ انہوں نے کہا "نہیں"، میں نے کہا کہ اگر کوئی درود شریف سو مرتبہ پڑھے تو یہ بدعت ہوگا۔ انہوں نے کہا "نہیں" پھر میں نے سوال کیا کہ صرف و نحو پڑھنا یا پڑھانا آپ بدعت خیال کرتے ہیں یا نہیں انہوں نے کہا "ہرگز نہیں"، میں نے کہا کہ پھر حدیث میں کہیں آتا ہے کہ فلاں صحابی نے صرف و نحو پڑھی اور فلاں صحابی کلمہ شریف یا درود شریف کا ذکر ہزار مرتبہ کیا کرتے تھے۔ وہ فرمانے لگے ایسی کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ میں نے پوچھا تو پھر یہ سب چیزیں آپ کی تعریف کے مطابق تو بدعت ٹھہریں انہوں نے کہا "یہ چیزیں تو بدعت نہیں ہیں" میں نے کہا پھر آپ کی تعریف صحیح اور جامع نہ ہوئی اس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ بدعت کی تعریف بیان کر دو۔ میں نے کہا کہ بدعت وہ چیز ہے جو سنت رسول اللہ اور آثار صحابہ سے ثابت نہ ہو اور اسے دین میں رائج کیا جائے اور دوسروں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم قرار دیا جائے۔ اسے نہ کرنے والے کو مطعون کیا جائے۔ اگر اسے دوسروں پر لازم قرار نہ دیا جائے تو یہ فعل بدعت نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص روزانہ دس ہزار مرتبہ کلمہ شریف کا ذکر کرتا ہے تو اس کا یہ فعل بدعت نہیں بلکہ عین ثواب اور باعث راحت اور ذریعہ نجات ہے لیکن اگر وہ اسے امت پر لازم قرار دے اور دس ہزار مرتبہ روزانہ ذکر نہ کرنے والوں کو مطعون کرے تو اس کا یہ فعل بدعت ہوگا کیونکہ شریعت نے یہ حکم نہیں دیا کہ دس ہزار مرتبہ ہی کلمہ شریف یا درود شریف کا ذکر کرو۔ ذکر کا حکم عام ہے۔ جو جتنا گڑ ڈالے گا اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ جس قدر کوئی شخص اللہ کا ذکر کرے گا حق تعالیٰ شانہٗ کے انعامات سے اسی قدر مستفیض ہوگا۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن کریم اور درود شریف پڑھنا وغیرہ مسلمان پر لازم ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کا انکار کرے تو بے دین اور کافر ہوگا لیکن اگر وہ انکار نہ کرے اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی نہ کرے تو فاسق و فاجر اور گمراہ کہلائے گا کیوں کہ ان کا ادا کرنا فرض ہے لیکن کلمہ شریف، درود شریف، یا دوسرے ذکر اذکار کا کسی مخصوص تعداد میں کرنا فرض نہیں ہے اس لئے کسی مخصوص تعداد میں ان کا پڑھنا دوسرے پر لازم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں ان کا انکار کفر ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص دن میں دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے یا ذکر اذکار کرے تو یہ اس کے لئے باعث برکت ہوگا اس کی نجات کا ذریعہ بنے گا اور اسے دونوں جہان میں فلاح و کامرانی سے ہمکنار کرے گا۔ اس سے بڑھ کر کسی مسلمان کی سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور درود شریف میں شاغل رہے۔ لیکن اگر وہ ذکر اذکار کرکے اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کے بعد دوسرے مسلمانوں کو مطعون کرنا شروع کر دے اور ...

کہ جو شخص دس ہزار مرتبہ درود شریف نہیں پڑھتا، ذکر جہر میں شریک نہیں ہوتا، پاس انفاس وغیرہ نہیں کرتا وہ گمراہ ہے تو اس کا یہ کہنا بجائے خود بدعت ہوگا۔ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ذکر اللہ کرنے، پاس انفاس پر عمل پیرا ہونے اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کے بے انتہا فائدے ہیں، لاکھوں برکتیں ذکر اللہ میں پنہاں ہیں اور جو شخص ذکر اذکار نہیں کرتا یہ اس کی بدقسمتی اور برکات سے محرومی کی دلیل ہے۔ تو اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بغیر ذکر اللہ کی کثرت کے اور نفلی عبادات میں زیادتی کے آج کے دور میں اصلاح ہو ہی نہیں سکتی تو یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آج کل دلوں کے آئینے کھلا ہی نہیں گئے بلکہ میل کچیل سے اس قدر گندے اور زنگ آلود ہو گئے ہیں کہ ان کا صاف کرنا اور مانجنا بجز ذکر اللہ کی کثرت اور ریاضت و مجاہدہ کے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے چنانچہ اسی لئے اہل اللہ نے دلوں کے مانجنے اور صاف کرنے کے یہ طریقے اختیار کئے ہیں اور جو شخص سلوک و تصوف کو بدعت کہتا اور ان طرق کی مخالفت کرتا ہے وہ درحقیقت نیکی اور بھلائی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اور مسلمانوں کا دانستہ یا نادانستہ دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے، کتاب و سنّت پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور حصولِ احسان کی سعادت سے بہرہ ور کرے۔ آمین

احسان کا کم از کم مرتبہ

مشائخ اور بزرگانِ دین کے نزدیک احسان کا کم از کم مرتبہ ملکۂ یادداشت ہے یعنی دل میں اس قدر قوّت اور اتنا رسوخ پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو سکے۔ اس کے بھی مراتب ہیں بعض خوش بخت اس درجہ ترقی کر جاتے ہیں کہ کسی وقت بھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے ہر حال میں حق تعالیٰ شانہٗ کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ کسی حال میں ہوں تجارت میں لگے ہوئے ہوں یا کسی اور کاروبار میں منہمک ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور کسی وقت بھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں یہ کیفیت وہباً حاصل ہوتی تھی مگر آج کل ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے۔

یادِ الٰہی دو طرح کی ہوتی ہے

یاد دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک لفظ اللہ اللہ یعنی اسم ذات کی یاد ہے اور یہ کم مرتبہ کی یاد ہے۔ دوسری یاد مسمّٰی کی یاد ہے اور مسمّٰی ذات مقدّسہ ہے جس نے ساری کائنات اور اس میں جو کچھ ہے سب کو پیدا کیا ہے چنانچہ ذات اور مسمّٰی کا ذکر اور قلب میں اس کا رسوخ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے جو بڑی مشکل اور سخت محنت و ریاضت سے حاصل ہوتا ہے جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر بفضلِ ایزدی ذکر سے غفلت نہیں ہوتی۔ اللّٰھم اجعلنا منھم آمین

ذکر اللہ کے بدعت نہ ہونے پر ایک دلیل

کوئی مسلمان اس حقیقت سے ناواقف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے لئے تلوار، تیر و کمان اور نیزہ وغیرہ کی ضرورت ہوتی تھی بندوق مشین گن، ہوائی جہاز، ایٹم بم، راکٹ اور ہائیڈروجن بم کا کوئی تذکرہ آپ کے زمانہ میں نہیں ملتا۔ آج اگر مسلمانوں کو شرعی جہاد کی ضرورت پڑے تو کیا آپ یہ مشورہ دیں گے کہ مسلمانوں کو جنگ تلوار، نیزہ اور تیر و کمان سے کرنی چاہئے؟ آپ ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو دشمن تو آپ کو دور سے ہی موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور مسلمانوں کی جگ ہنسائی ہوگی۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم دشمن کے مقابلہ کے لئے پوری جنگی تیاری کریں اور اپنی فوجوں کو ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس کریں تاکہ دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جا سکے حق تعالیٰ شانہٗ کا بھی یہی ارشاد ہے۔

اعدوا لهم ما استطعتم من قوة

یعنی تم سے جو قوت ہو سکے دشمنوں کے مقابلے کے لئے تیار کرو۔ غرض مقصود جہاد سے اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ جس چیز سے بھی ہو اور جس چیز کی ضرورت پڑے اس کو استعمال میں لا کر اپنا مقصود حاصل کرو اور دشمن کو شکست دو۔ اسی طرح مقصود عبادات کا یہ ہے کہ انسان میں ملکۂ یادداشت پیدا ہو جائے۔ قلب صاف و پاکیزہ ہو جائے اور ذات و مسمّٰی کی یاد کا رسوخ دل میں پیدا ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انسان کو نفس سے جہاد کرنا پڑتا ہے اور اپنے دو دشمنوں نفس اور شیطان سے جنگ کرنا پڑتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ان دشمنوں کو شکست دینے کے لئے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن حکیم اور صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہی مسلمانوں کے ہتھیار تھے اور فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت کے فیض سے ہی صحابہ کو مقصود حاصل ہو جاتا تھا مگر اب جس طرح جہاد کے لئے نئے نئے ہتھیار ایجاد ہو گئے ہیں اسی طرح بزرگوں نے نفس اور شیطان کو شکست دینے کے لئے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن حکیم اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کے ساتھ ساتھ ذکر اذکار کے مختلف طریقے بھی اختیار کئے تاکہ ان ہتھیاروں کی مدد سے نفس و شیطان کو مغلوب کر سکیں اور اپنا مقصود یعنی یادِ الٰہی کا اعلیٰ مرتبہ اور احسانی کیفیت حاصل کر سکیں۔

سیدی و مولائی شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز کی شہادت

آپ بیان فرماتے ہیں آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن شریف میں زیر و زبر نہیں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کتابی شکل میں جمع کرایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ترتیب دیا مگر زیر و زبر تب بھی نہیں لگائے گئے۔ صحابۂ کرامؓ کی زبان عربی تھی وہ بغیر زیر و زبر کے پڑھتے تھے۔ جیسے کہ ہم اردو زبان والے اردو کے صفحے کے صفحے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ آج کسی بنگالی، برمی یا انڈونیشیا والے سے کہا جائے کہ اردو کی صحیح عبارت پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکتا ہے۔ جس طرح ہم زیر و زبر کے نہ ہوتے ہوئے صحیح پڑھتے ہیں اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن جس میں نہ زیر نہ زبر نہ نقطہ کچھ بھی نہیں تھا صحابۂ کرام صحیح پڑھتے تھے۔ مگر تھوڑے ہی زمانے بعد اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ عجمیوں کے میل جول کی وجہ سے لوگ زیر و زبر کے محتاج ہو گئے۔ پس یہ اعتراض کہ قرآن میں زیر زبر نہیں لگانا چاہئیں کیونکہ یہ حضورؐ کے زمانہ میں نہیں پائے گئے تو کیا یہ اعتراض کوئی وزن رکھتا ہے۔ بے شک اس زمانہ میں لوگ بغیر زیر زبر کے تلاوت کر لیتے تھے مگر آج مکہ اور مدینہ والے جن کی زبان عربی ہے وہ بھی بغیر زیر و زبر اور نقطہ کے نہیں پڑھ سکتے جس طرح ہم محتاج ہیں صرف و نحو کے اسی طرح عرب والے بھی محتاج ہیں۔ اور وہ بھی بغیر زیر زبر اور نقطہ کے نہیں پڑھ سکتے۔ تو ثابت ہوا کہ زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے احوال بدلتے رہتے ہیں لیکن وہ احوال جو مقصود کو بدلنے والے نہ ہوں ان کو سنّت ہی کہا جائے گا مثلاً کسی شخص نے روٹی پکانے والے کو متعین کیا تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ لکڑی، چولہا، توا سب چیزیں مہیّا کریں۔ لکڑی نہ ملے، کوئلہ نہ ملے تو اوپلہ کو بھی استعمال کیا جائے گا غرض جس چیز پر روٹی پکانا موقوف ہو اسی کو طلب کیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں احسان حاصل کرنے کے لئے ریاضت کی ضرورت نہ تھی مگر آج ہمارے مرشدوں نے بتایا کہ اس طرح سے ذکر کرو۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ بدعت ہے تو یہ سراسر غلطی ہے۔

مطلقاً ذکر کے احکام سے سارا قرآن کریم بھرا پڑا ہے اب اگر تجربہ کار لوگ یہ کہیں کہ ذکر سرّی سانس کے ساتھ اور ذکر خفی روح کے ساتھ کرو تو یہ بدعت

(باقی بر صفحہ ۱۵)

اصلی شادی اور نقلی شادی

از محمد عثمان غنی بی اے وایڈووکیٹ

دھوم دھام سے شادیاں کرنا آج کل ایک رواج ہوگیا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اوسط درجہ کے لوگوں کو تو چھوڑیئے غریب عوام بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ قرض لے کر یہ ساری رسمیں کرتے ہیں اور پھر بھی یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ دولہا دلھن کی زندگی آرام سے گذرے گی یا نہیں۔ ایک تو لڑکی کے ماں باپ اپنا گھر لٹا دیتے ہیں اور دوسرے قرضے کے بوجھ تلے ایسے دب جاتے ہیں کہ عمر بھر نہیں نکل سکتے۔ دعوتوں میں امیر لوگوں کی دیکھا دیکھی تمام تکلفات برتے جاتے ہیں لیکن شاید ہی کسی خوش نصیب کی بیٹی کو سسرال میں جا کے چین ملتا ہو۔ اسی طرح دولھا کے والدین ہیں وہ بھی تمام کام ایسے کرتے ہیں جن میں اسراف ہی اسراف ہے۔ ایسے ایسے دیدہ فریب دعوتی کارڈ بنواتے جاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اگر یہی رقم جائز کاموں میں لگائی جاتے تو کیا حرج ہے؟ بعض دین سے ناآشنا لوگ قدیم ہندوؤں کی تمام رسمیں بجا لاتے ہیں اور آج کے زمانے میں اگر ایک پڑھے لکھے نوجوان لڑکے کو نہلا دھلا کر عمدہ کپڑے پہنا کر سہرا باندھ کر گھوڑی پر بٹھا کر اعزا و اقربا کا جلوس لے کر اگر سرِ شام "شاہ جی" یا "بابا جی" کے مزار پر سلامی کرانے کے لئے لے جایا جائے تو کتنی حماقت کی بات ہے؟ گویا شادی کا آغاز ہی اس شرک سے کیا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ سمجھ عطا فرماتے۔ اللہ تعالےٰ نے تو دولت جوانی صحت اور خوشحالی اس لئے عطا کی کہ اُس کی نعمتوں کا شکر بجا لایا جاتے مگر ہمارے اس قسم کے دین سے نابلد بھائی قبروں پر ماتھے ٹیکتے پھرتے ہیں اور پھر باقی جو کچھ ہوتا ہے اُس کی تو پوچھیئے ہی مت۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد میں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات نقل کرتا ہوں جن کی روشنی میں یہ مضمون اور بھی صاف سمجھ میں آتے گا۔ آپؒ نے فرمایا۔

(۱) "مسلمان بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تو دکھلاوے کے لئے۔ اسی لئے تو بیٹی کا جہیز نمائش کے لئے پھیلا کر دیتے ہیں۔ رخصتی کے وقت پلنگ پر بستر بچھا ہوا ہوتا ہے بلکہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ نئے قلعی شدہ برتن دو دو تین تین کر کے مزدوروں کی ٹوکریوں میں رکھ کر اُن کے سروں پر اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سب نمائش اس لئے کی جاتی ہے تاکہ سب لوگ دیکھ کر لڑکی والوں کی تعریف کریں کہ انہوں نے بڑا جہیز دیا ہے اور یہی شرکِ اصغر ہے۔ لڑکی کی شادی کا حاصل یہ نکلا کہ دولہا لڑکی بھی لے گیا سسرال کا گھر بھی لوٹ کر لے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہو گئے۔ حضورِ انورؐ کی ناراضگی کے باعث اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوگیا۔ گویا دنیا کا خسارہ بھی اٹھایا۔ اور عاقبت بھی لڑکی والوں کی برباد ہو گئی۔ پاگل اس کو شادی کہتے ہیں اور خدا پرست اسے بربادی کہتے ہیں۔"

(۲) "مسلمانوں میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو خلاف شرع رسمیں نہیں کرتے جن کی تعداد کم ہے۔ دوسرے وہ جو خلاف شرع رسمیں دل کھول کر کرتے ہیں جن کی تعداد زیادہ ہے اور وہ دراصل کفار کی رسمیں ہیں جو بے دین لوگوں نے اپنائی ہیں مثلاً شادی کے موقع پر تیل کی رسم، مہندی کی رسم، دولہا کا گھوڑی پر چڑھ کر سسرال کے گھر جانا، سر پر سہرا باندھنا، سربالا کا دولہا کے پیچھے گھوڑی پر بیٹھنا، دولہا کے اور سربالا کے سر پر ایک ہی سرخ گوٹے والا دوپٹہ ڈالنا، برات کے ساتھ باجہ کا ہونا۔ اب ایک شخص ان خلاف شرع رسموں کو نہیں کرتا تو اُسے بے دین طبقہ "وہابی" کے نام سے پکارتا ہے۔"

(۳) "ایک مثال ملاحظہ ہو کہ ایک براتیوں سے کہتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ دولہا کے سر پر سہرا باندھنا ہندوانہ رسم کی پابندی ہے اور اسراف ہے جو کہ گناہ ہے۔ دوسرا کہتا ہے (پنجابی میں)۔ "اوئے جھلیا۔ ایہہ مولویاں دیاں گلاں نیں اُسی کوئی مولوی آں" (اردو۔ ارے پگلے! یہ سب مولویوں کی باتیں ہیں ہم کوئی مولوی ہیں؟)۔ یہ کہنا شریعت کو جھٹلاتا ہے۔ شریعت کی پابندی جس طرح علماء کے لئے لازم ہے ویسی جاہلوں کے لئے بھی ہے۔"

(۴) اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے والے مسلمانوں کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت یعنی طریقہ کے پابند ہیں اور اس سنّت پر عمل کرنے میں ہم صحابہؓ کرام کے نقش قدم پر چلے آرہے ہیں یعنی صحابہؓ کرام ہمارے اسلاف تھے اور ہم اُن کے اخلاف یعنی جانشین ہیں۔ میں اپنے اس دور کے اہل السنۃ والجماعۃ سے عرض کرتا ہوں کیا ہمیں اس مبارک لقب کے استعمال کرنے کا حق ہے؟ کیا صحابہؓ کرام بھی نماز التزام سے نہیں پڑھا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ رمضان مبارک میں روزہ نہیں رکھا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام مال ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہیں ادا کیا کرتے تھے؟ کیا صحابہؓ کرام شادیوں پر باجے بجوایا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ دولہا کے سر پر سہرا باندھا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ دولہا کو سگن کے طور پر ضرور ہی گھوڑی پر بٹھایا کرتے تھے خواہ سسرال کا گھر دس قدم کے فاصلہ پر ہی ہو؟ کیا صحابہ کرامؓ دولہا کے پیچھے گھوڑی پر سربالا بٹھایا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ بارود کے گولے برات میں ساتھ لے جایا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ دولہا کے ہاتھ مہندی سے رنگا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ داڑھیاں منڈوایا کرتے تھے؟ اور کیا صحابہ کرامؓ کاروبار سے فارغ ہو کر رنڈیوں کے گانے (یا بالفاظ دیگر سینما) سنا کرتے تھے؟ اے موجودہ دور کے اہل السنۃ والجماعۃ! تمہیں شرم آنی چاہیئے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کہلا کر تعلیم قرآن مجید کی مخالفت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی مخالفت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طرز عمل کی مخالفت۔ اگر تمہیں اپنے اس طرزِ عمل میں تبدیلی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو پھر ان نسبتوں کو چھوڑ دو۔ مسلمان نہ کہلاؤ تاکہ دشمنانِ اسلام حضورؐ کی اُمّت کی توہین نہ کر سکیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ نہ کہلاؤ تاکہ صحابہ کرامؓ کی توہین تو نہ ہو کیونکہ دشمنانِ اسلام یہی خیال کریں گے کہ حضورؐ کے صحابہؓ کرام بھی ایسے ہی ہوں گے۔"

(۵) میں تو دوستوں سے کہا کرتا ہوں آپ کہتے ہیں دانے دانے پر مہر لگی ہوتی ہے کہ جو دانہ جس کی قسمت میں لکھا ہُوا ہے وہی کھائے گا دوسرا نہیں کھا سکتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بندے بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر لگی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی تقدیر میں جس لڑکے کے لئے جو لڑکی اور جس لڑکی کے لئے جو لڑکا لکھا ہُوا ہے۔ نہ اُس لڑکے کی شادی کسی دوسری لڑکی سے ہوگی اور نہ اُس لڑکی کی شادی کسی دوسرے لڑکے سے ہوگی۔ اے مسلمان! اگر تو اللہ تعالےٰ کی تقدیر پر ایمان ہے پھر تمہیں لڑکی اور لڑکے کے نکاح کی کیا فکر ہے؟ اسلام کا فیصلہ تو یہی ہے جو عرض کر چکا ہوں"۔

(۶) "تمہاری بیوی رنگ و روپ کی سادہ ہے مگر انتہا درجہ کی وفا شعار خدمت گذار اور خاوند کے ماں باپ کی تابعدار دن رات لونڈیوں کی طرح اُن کی خدمت کے لئے کمربستہ رہی ہو وہ ہزار درجہ اُس خوبصورت بیوی سے بہتر ہے جسے اپنے حُسن پر اتنا ناز ہو کہ تمہیں بھی بدصورت ہونے کے باعث ذلیل سمجھے اور اپنے حسن و جمال کے باعث اپنے خاوند کے ماں باپ کی خدمت کو اپنے حق میں عار خیال کرے اور اگر ہنڈی روٹی پکانے کے لئے ساس کہے تو یہ جواب دے کہ "میں کوئی باورچن بن کر آئی ہوں"؟ اور اگر ساس پانی مانگے تو کہے کہ "میں کوئی تیری لونڈی بن کر آئی ہوں"؟ اے مسلمان! تو خود فیصلہ کرے کہ پہلی بیوی بہتر ہے یا دوسری!"

(۷) "بیوی چاہتی ہے کہ لڑکی مڈل سے میٹرک میں داخل ہو جائے اور پھر ایف اے اور بی اے ہو جائے تاکہ کوئی اچھا رشتہ مل جائے۔ وہ خاوند

کو کسی نہ کسی طرح رضامند کر لیتی ہے۔ یہ فکر نہیں کہ اس کا ایمان بھی بچ جائے۔ یہی حال لڑکوں کا ہے۔ عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ وہ بھی بی اے ہو جائیں۔ اُن کے ایمان کو بچانے کی فکر نہیں کرتیں۔ خود لڑکے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسکولوں اور کالجوں میں دین سکھلایا جاتا ہے؟ پورا دین نہ سہی، کلمہ ہی پڑھایا جاتا ہے؟"

(۸) "شادی کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ عیشِ شہرے غمِ دہرے یعنی ایک ماہ کے عیش کے لئے ساری عمر کا غم مول لینا شادی ہے۔ گویا ہر راحت میں رنج ہے راحت اور رنج دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ایک ذکرِ الٰہی ایسی چیز ہے جس میں رنج نہیں ہے جتنا زیادہ کرتے جایئے اتنی زیادہ راحت ہوگی اور رنج کم ہوتا جائے گا۔ اولاد نہیں تو غم، اولاد ہو تو غم، ایک بیٹا تھا تو غم تھوڑا تھا، دو ہوگئے تو غم زیادہ ہوگیا۔ اس کے مقابلے میں اللہ کا نام جتنا بڑھتا جائے گا غم گھٹتا جائے گا۔ باقی چیزیں جتنی بڑھیں گی اتنا ہی غم زیادہ ہوتا جائے گا ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔"

(۹) "اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو حضورؐ کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ نک وڈھیا جائے گا (ناک کٹ جائے گی) مولوی ہوری کہندے تے ٹھیک ہن پر اسیں کتھوں لینیاں ہوئیاں کتے دینیاں ہوئیاں (مولوی صاحب کہتے تو ٹھیک ہیں لیکن ہم نے کہیں سے رشتہ لینا ہوا اور کہیں دینا ہوا) کھادا جو ہو یا کھوانا پیندا اے دکھایا جو ہے اس لئے کھلانا پڑتا ہے)۔ یہ پنجابی متقیوں کے الفاظ ہیں۔ یہ فاسق ہیں۔"

(۱۰) "سندھ میں ایک بُری رسم ہے کہ اکثر رشتے تبادلے میں ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے بیٹے ہی بیٹے ہوں تو اُس کو کوئی رشتہ نہیں دیتا پھر وہ کراچی سے لڑکیاں خرید کر اپنے بیٹوں کی شادی کرتا ہے۔ میں جب سندھ جاتا ہوں تو اس رسم کی مخالفت کرتا ہوں۔ اکثر مولوی بھی اس میں مبتلا ہیں اور لوگ ان کی دیکھا دیکھی اس رسم کی پابندی کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جاہل میں انانیت ہوتی ہے اسی طرح صحبت کے بغیر علماء کی بھی "میں" نہیں مرتی۔"

(۱۱) "جب لڑکی جوان ہو جاتی ہے تو اللہ والے اس کو امانت سمجھتے ہیں۔ اگر دیندار داماد مل گیا تو نکاح کر کے اس کے ساتھ رخصت کر دیتے ہیں۔ وہ غم نہیں لگاتے۔ دنیا دار غم لگا لیتے ہیں۔ وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے جہیز کی تیاری شروع کر دیتے ہیں کیونکہ ۲۱ تیور اور ۲۱ بیور تیار کرتے ہیں۔ سرگودھا کی طرف تو ۲۱ گائے ۲۱ بھینسیں ۲۱ لحاف ۲۱ تلائی اور چارپائیاں بھی دیتے ہیں۔ یہ دردِ سر نہیں تو اور کیا ہے؟"

(۱۲) "دنیادار شادی پر زیرِ بار ہو جاتے ہیں۔ آج ہی میں مولوی حمید اللہ کی شادی کر کے آیا ہوں۔ میں نے نہ کچھ دیا اور نہ لیا۔ لڑکی والوں نے اگر کچھ دیا تو اپنی بیٹی کو دیا۔ ہم نے اگر کچھ دیا تو اپنی بہو کو دیا۔ دنیا دار کے لئے شادی عذابِ الٰہی بن جاتی ہے۔ قناتیں اور شامیانے آرہے ہیں، میزیں اور کرسیاں آرہی ہیں ہمارا ولیمہ فرشِ زمین پہ ہوگا۔ ہماری برادری یہاں بیٹھی ہے۔ کل رات وہاں آرام سے سوئے تھے آج یہاں آرام سے سوئیں گے۔ نہ شادی کی فکر تھی اور نہ ولیمہ کی فکر ہے۔"

(۱۳) "میں نے لڑکیوں کی شادیاں بھی اسی طرح کی تھیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم سوہدرہ والوں نے مجھے خط لکھا کہ مجھے رشتہ کی ضرورت ہے۔ میں نے اُن کو لکھا کہ مجھے ملیئے۔ وہ آئے تو میں نے اُن کو بتلایا کہ لڑکی فلاں فلاں کتابیں پڑھی ہوئی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے اسکول کی پڑھی ہوئی نہیں چاہیئے میں نے کہا کہ اسکول میں نہیں پڑھی، اپنی والدہ سے پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے گھر والوں کو لا کر دکھا دوں؟ میں نے کہا ہمارے گھر والوں نے دیکھی ہوئی ہے اگر رشتہ منظور ہو تو لے لیں ورنہ کسی سے ذکر نہ کریں کہ فلاں رشتہ احمد علی نے پیش کیا تھا اور میں نے انکار کیا۔ کہنے لگے نہیں کروں گا۔ پھر میں نے کہا کہ میری لڑکی ہے۔ انہوں نے کہا مجھے منظور ہے۔ میں ابھی نکاح پڑھا دیتا ہوں۔ اور لڑکی کو رخصت کر دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک جلسہ پہ باہر جانا ہے وہاں سے واپس آؤں گا تو نکاح کر دیجئے گا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ زیور وغیرہ کیا لاؤں؟ میں نے کہا کچھ لانے کی ضرورت نہیں جو آپ نے دینا ہے گھر لے جا کر دے دیجئے گا۔ ہم نے جو دینا ہے وہ بند کر کے دے دیں گے۔"

(۱۴) "ایک دفعہ ایک شخص موری دروازہ سے میرے پاس آیا اور اُس نے ایک برات کا واقعہ سنایا۔ وہ برات شیرانوالہ دروازہ سے گئی تھی باجہ ساتھ نہ تھا۔ ایک جگہ لوگ ٹولیاں بن کر باتیں کرنے لگے۔ اس کا بیان ہے کہ میں بھی ایک ٹولی کے پاس جا کر کھڑا ہوا! لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ ان دولہا بیوں کا بیڑا غرق ہو جائے۔ انہوں نے باجہ بھی اڑا دیا ہے۔ (گویا باجہ بھی جزوِ دین ہے)۔"

(۱۵) "مجھ سے آج تک کسی نے لڑکی کا رشتہ نہیں مانگا۔ لڑکی جب بالغ ہو جاتی تھی تو اُن کی والدہ مجھے بتلا دیتی تھیں تو مجھے جو نیک آدمی ملتا۔ اُس سے شادی کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے ایک لڑکی کا نکاح جب ایک لوہار سے کرنے کا خیال ظاہر کیا تو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی کہ اس کو لوہاری تو نہ بنایئے کم از کم کسی مولوی کو تو دیجئے۔ وہ اس قدر تربیت یافتہ نہیں ہے اس لئے اُس نے یہ بات کہہ دی۔ وہ لڑکا میرے درس میں آتا تھا میں اُس کو نیک سمجھتا ہوں وہ باہر دیہات میں جا کر تبلیغ بھی کیا کرتا تھا۔"

(۱۶) "دو سال ہوئے اسی طرح مولوی انور اللہ کی شادی کی۔ صرف براتی مولوی عبدالمجید صاحب تھے۔ دولہا کا چھوٹا بھائی مولوی حمید اللہ، اُن کے چچا حکیم رشید احمد صاحب اور میں گئے اور نکاح پڑھا کر لڑکی کو لے آئے۔ ولیمہ پر مولوی انور کی ساس نے بہت زور لگایا کہ میری سہیلیاں آئیں گی اس لئے فرنی زردہ پکایا جائے۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کی توفیق دے رکھی تھی لیکن چونکہ میں ہمیشہ سادگی پہ زور دیا کرتا ہوں اس لئے میں نے اُس کو صاف صاف جواب دیا کہ بازار سے نان منگوا کر اور سالن گھر میں پکوا کر کھلا دیں گے۔ اسی طرح مولوی حمید اللہ کی شادی پر کیا۔ مولوی عبدالمجید صاحب کے کہنے پہ صرف ایک آدمی کو ساتھ لے لیا تاکہ اگر لڑکی والوں نے کچھ سامان دے دیا تو وہ اٹھا سکے۔"

(۱۷) "ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ کا ایک خادم لاہور میں شریف اور دین دار رشتہ کی تلاش میں مجھ سے ملا۔ چونکہ وہ میرے حضرتؒ کا خادم تھا اس لئے میں نے اپنی بیوی اور ایک عورت کو اُس کوٹھی میں ظہر کے وقت بھیجا جہاں وہ اپنا رشتہ کرنا چاہتے تھے۔ دنیا دار تو سوٹ، چائے کے سیٹ اور صوفا سیٹ کو دیکھتے ہیں لیکن ہمارا ٹیسٹ اور ہے۔ ع نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔ میری بیوی نے وضو کے لئے لوٹا مانگا۔ انہوں نے کسی نہ کسی طرح وضو تو کرا دیا۔ اس کے بعد جب مصلیٰ مانگا تو وہ بھی موجود نہ تھا۔ بڑی تلاش کے بعد دوسری یا تیسری کوٹھی سے منگوایا گیا۔"

معزز قارئین کرام! آپ اگر غور فرمائیں تو مندرجہ بالا باتوں میں سے ہر ایک آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ہم لوگ تمام پیمانوں سے رشتوں کو ناپتے ہیں مگر دین دار ہونے کی شرط پر کبھی غور نہیں کرتے۔ غریب سے غریب آدمی کی بھی آج یہ خواہش ہے کہ میرا بچہ یا بچی کسی لکھ پتی کے گھر ہی جائے مگر دیندار ہونے والا اسٹینڈرڈ کبھی سامنے نہیں رکھا۔ آیئے یہ مقابلہ ختم کرنے سے پہلے ایک اور نصیحت آموز واقعہ بھی پڑھ لیجئے۔

ایک مرتبہ ایک مسافر جو کئی روز کا بھوکا تھا ایک ندی کے پاس سے گزرا۔ پانی کی سطح پر ایک نہایت اعلیٰ سیب نظر پڑا اور اُس نے اٹھا کر کھا لیا۔ سیب کھانا تھا کہ اُس مسافر کے پاؤں چلنے سے رک گئے۔ اُس نے لوگوں سے معلوم کیا کہ یہ سیب کس کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جدھر سے پانی آرہا ہے کچھ فاصلے پر ایک بیوہ کا باغ ہے وہاں سے گر کر پانی میں بہہ آیا ہے۔ چنانچہ وہ مسافر وہاں پہنچا اور اُس بیوہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھ سے آپ کی حق تلفی ہوگئی ہے اسی دنیا میں معاف کر دو ورنہ آخرت میں پکڑ ہوگی۔ اُس عورت نے جواب دیا کہ بخش دوں گی مگر اس شرط پہ کہ تم میری لڑکی کا رشتہ قبول کر لو۔ مسافر سوچنے لگا آتے

بقیہ بر صفحہ ۱۲

ایک مفسرِ قرآن — ایک ولیٔ زمان

(۹)

چوہدری محمد یوسف ایم اے

حضرت مولانا کے شخصی خصائص و محاسن میں سے ایک خوبی کا ذکر نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ انتہائی درجہ کے حلیم و بردبار تھے۔ غیر منتہی آلام و مصائب کے ہجوم میں بھی حلم و بردباری کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیتے اغلباً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ علم و حلم دونوں نے متفقہ طور پر آپ کو شیخ التفسیر کا رتبۂ عالی عطا کرنے میں مدد و اعانت دی۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا گوہر تابدار اور لولوی شاہوار ہے جس کا امراء اور سلاطین کے ہاں بھی دستیاب ہونا ممکن نہیں۔ یقیناً فلسفۂ اخلاق ہی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ اور اسی کی بدولت آدمیت اور انسانیت کی بکھری اور الجھی ہوئی زلفیں سنورنے میں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رب کریم نے اپنے رسول گرامی کو اخلاق عالیہ کی تمام تر صفات سے متصف فرما کر مبعوث فرمایا۔ ہادیٔ اسلام خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میری بعثت کا مقصد وحید ہی یہ ہے کہ مکارم اخلاق کا ایک ایسا تاج محل تعمیر کردوں جو حسن و جمال اور جاہ و جلال کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہو۔ جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ محبوب خدا کا خلق کیسا تھا۔ اس سوال کے جواب میں رسول پاک کی عصمت مآب بیگم نے برجستہ کہا۔ "اے صحابیٔ رسولؐ! کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ یقین جانو پیغمبرِ خدا چلتا پھرتا قرآن ہے جس طرح قرآن پاک کا ایک ایک لفظ خلقِ عظیم کی حسین و جمیل تصویر ہے بعینہٖ پیغمبر خدا خلقِ عظیم کی چلتی پھرتی تفسیر ہے۔

حضرت مولانا پرلے درجہ کے حلیم و بردبار تھے۔ کسی سے خواہ مخواہ متصادم ہونا آپ اپنے منصب کے خلاف سمجھتے تھے۔ حضرت کی فطرت میں حد درجہ نرمی اور ملائمت سرایت کر گئی تھی۔ سلامت طبع اور اعتدالِ مزاج آپ کی فطرت کا نکھار ہیں۔ گویا ایک بحرِ بیکراں ہے جو اپنی معانی میں بہے جا رہا ہے۔ راہ میں کہیں کہیں گرداب ناچتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں تلاطم خیز موجوں کا جال بنا ہوا ہے اور کہیں حادثات کا سیلِ رواں ہے تاہم حضرت کا فطری اور جبلی سکون اس سمندر میں کوئی بلا خیز طوفان پیدا نہیں ہونے دیتا کہتے ہیں کہ بڑھاپا تلخیٔ مزاج کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اور طبع انسانی کی تمام تر شگفتگی کا لہو نچوڑ دیتا ہے۔ لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ حضرت مولانا کے ہاں صورت حال دگرگوں ہے یہاں پیرانہ سالی مزاج پر غالب نہیں آئی۔ ایک زمزم رود چشمہ ہے جس کی زمزمہ آرائی سے ہر جاندار لطف اندوز ہوتا ہے آپ کی ذات گرامی سے نہ دوستوں کو گلہ ہے اور نہ دشمنوں کو شکایت میرے فاضل دوست مولانا عبید اللہ انور صاحب بجا فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا قوم کی مشترکہ امانت ہیں یعنی ہر فرد و بشر بلا لحاظ مذہب و ملت آپ کی بارگاہِ عظمت میں رسن اطاعت جھکانے پر مجبور ہے۔ آپ نے قرآن پاک کا ترجمہ لکھا۔ تو اس کی تصدیق میں سبھی مکتبہ ہائے فکر کے سربراہوں نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ نتیجہ ہے حضرت کے اخلاق کی بلندی کا۔ اخلاقی اعتبار سے بھی آج کا کوئی صاحب اخلاق آپ کا ہمسر نہیں۔ آپ نے کسی کو نیچا دکھانے کا تصور تک نہیں کیا۔ حالانکہ میرے عقیدہ کے مطابق وہ مولوی ہی کیا جو دوسروں کی تحقیر کا موجب نہ بنے۔ یا جو زلف انانیت کا اسیر نہ ہو۔ یہاں ایک نکتہ کی صراحت ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ میرے نزدیک حضرت مولانا "مولوی" نہ تھے۔ بلکہ ایک درویش تھے جو کسی سے الجھاؤ پیدا کرنا شانِ درویشی کے خلاف ایک زبردست سازش سمجھتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ وقت کے نام نہاد ملاؤں نے آپ کو کئی بار نظری بحثوں میں الجھانے کی کوشش کی لیکن حضرت کی میانہ روی اور فطری میلان طبع نے آپ کو اس قسم کی گمراہیوں سے محفوظ رکھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کوشش میں حق و صداقت کا دامن تار تار ہونے دیتے۔ بلکہ سچائی اور صداقت کی سرفرازی اور سربلندی کے لیئے ایک مضبوط چٹان کی طرح جم جاتے ہاں عوام کو نظری بحثوں میں الجھانا کم عقلی اور کج فہمی کی بدترین مثال سمجھتے تھے۔ یعنی جھوٹے وقار کے حصول کے لئے متنازعہ فیہ مسائل کو ہوا دینا آپ کسرِ شان سمجھتے تھے۔ پچھلے دنوں ہمارے ہاں حیات النبی کا مسئلہ اپنی پوری شان اور سج دھج کے ساتھ عوام کی حالت کو فریب دیتا رہا۔ اگر ایک حقیقت کا انکشاف کرنا جرم نہیں ہوتا تو مجھے یہ کہنے میں قطعاً کوئی باک نہیں۔ کہ اس مسئلہ کو ہوا دینے والے صرف وہی اقتدار پرست مولوی تھے۔ جو کسی قیمت پر بھی ایسے موقعوں کی لطافت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ غرض اس مسئلہ نے اختلاف کی راہیں کھول دیں حضرت مولانا نے بھی ایک مردِ حق آگاہ کی طرح اپنے نظریہ کی صراحت فرما دی۔ اور آپ کی تائید میں پاکستان کے تقریباً تمام علماءِ کرام نے بیانات جاری کیئے لیکن پاکستان کے صرف چند علماء کو کوئی بھی معقولیت قائل نہ کر سکی۔ وہ جا بجا اپنی تحقیق و تدقیق کے دعوے کرتے رہے۔ لیکن مقابل میں وہ ذات گرامی بھی جو کسی سے متصادم ہونے کے نام سے ہی آشنا نہ تھی۔ ان علماء کے علاوہ بھی مذہب و شریعت کے بعض دعویداروں نے بہتیری کوشش کی کہ آپ سے متصادم ہوا جائے۔ لیکن حضرت لاہوری کے محتاط لب و لہجہ نے کسی کو منہ نہ آنے دیا۔

آپ نے فرمایا "احمد علی کوئی ایسی بات نہیں کرے گا جس سے عوام میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھے نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ تو محض تحقیق کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن احمد علی باطن کی روشن آنکھ سے دیکھ کر کہتا ہے کہ پیغمبرانِ عظام اپنی اپنی قبروں میں زندہ پائندہ باد ہیں"

حضرت لاہوری کے اس شریفانہ فعل سے بھی ان مولوی صاحب کی چیرہ دستیوں کو سکون نہ مل سکا۔ بلکہ انتہائی ڈھٹائی سے یہ کہتے سنائی دینے لگے۔ کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کو متنازعہ فیہ مسئلہ کے ضمن میں چیلنج کیا گیا۔ لیکن حضرت لاہوری طرح دے گئے۔

ان مولویانِ بے نام کو کون بتائے۔ کہ حضرت لاہوری فی سبیل اللہ فساد کے قائل نہ تھے۔ وہ تو شرافت و نجابت کے حسین پیکر تھے حجاب و متانت آپ کی کتاب زندگی کا ایک سنہری باب تھا۔ لیکن یار لوگ اپنی اپنی ہمت و استعداد کے مطابق حضرت لاہوری کی ذات گرامی کا تجزیہ کرتے رہے۔ میرے خیال میں حضرت لاہوری کا سب سے بڑا کمال ان کا حُسنِ خلق اور جذبۂ رواداری تھا اور یہی وہ عنصر ہے جس سے آپ کی سیرت کا تاج محل تعمیر ہوتا ہے۔

مسیحی اعتراضات کے جوابات

مناظر اسلام لال حسین اختر مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ

اعتراض۔ "جناب یسوع مسیح بلا باپ پیدا ہوئے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے باپ تھے۔ اس لئے حضرت مسیح (علیہ السلام) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوئے۔

جواب۔ بلا باپ پیدا ہونا افضلیت کی دلیل نہیں ورنہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل ماننا ہوگا کیونکہ حضرت مسیحؑ ماں سے پیدا ہوئے اور حضرت آدمؑ وحوا بلا ماں اور باپ۔ عیسائیوں کو چاہیئے کہ ملک صدق سالیم کو جناب یسوع مسیحؑ سے افضل قرار دیں کیونکہ اس کے متعلق لکھا ہے:۔

"یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر"

(عبرانیوں باب ۷ ورس ۱تا۳)

اگر بے باپ پیدا ہونا افضلیت کی دلیل ہے تو ملک صدق سالیم حضرت مسیحؑ سے افضل ہوں گے کیونکہ انجیل متی کے مصنف نے ابتدا ہی میں جناب یسوع مسیحؑ کا نسب نامہ تحریر کیا ہے لیکن ملک صدق سالیم بلا باپ بلا ماں اور بلا نسب نامہ تھا اس لیے عیسائی اصول کے پیش نظر حضرت مسیحؑ سے افضل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی کروڑہا مخلوق بلا ماں باپ پیدا ہوئی۔ تمام ملائکہ بے ماں باپ پیدا کئے گئے جنات بری وبحری حیوانات، پرند، حشرات الارض کے ابتدائی جوڑے بلا ماں باپ پیدا کئے گئے تو کیا معاذ اللہ یسوع مسیحؑ سے افضل ہیں جناب یسوع کی تو والدہ ماجدہ تھیں اور ابتدائی متذکرہ بالا مخلوق بلا ماں اور بلا باپ پیدا ہوئی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت بلا باپ کے متعلق باری تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ (آل عمران ع ۵۹)

ترجمہ۔ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔

دنیا میں پیدائش انسانی کے چار طریق ہو سکتے ہیں۔

اوّل ــ بے باپ اور بے ماں ــ حضرت آدم علیہ السلام
دوم ــ بلا عورت ــ حضرت حوا علیہا السلام
سوم ــ بلا باپ ــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
چہارم ــ ماں باپ سے ــ جملہ بنی آدم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے باپ پیدائش انبیاء علیہم السلام اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی فضیلت کی دلیل نہیں۔ ان کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے اِسے فضیلت سے کوئی تعلق نہیں۔

اعتراض۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیحؑ آسمان پر زندہ ہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہوچکے ہیں۔ زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے پس ثابت ہوا کہ جناب یسوع حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل ہیں۔

جواب۔ حقیقت یہ ہے کہ زندہ اور وفات یافتہ مادی لوازمات اور دنیوی حوائج فطریہ کے لحاظ سے برابر نہیں ورنہ زندگی اور موت انسانی شرف وکمالات کا معیار نہیں کہ جو زندہ ہو وہ اعلیٰ اور جو وفات یافتہ ہو وہ ادنیٰ۔

عیسائیوں نے کبھی یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ زندہ اور فوت شدہ کس بات میں برابر نہیں۔ اگر ان کی مراد فضل وکمالات میں ہمسری نہیں تو ہم عیسائی پادریوں سے پوچھتے ہیں کہ جناب یسوع کی موت کے متعلق تمہارا تصور یہ ہے:۔

"یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا اور جان دیدی" (انجیل متی باب ۲۷ ورس ۵۰)

عیسائی بتائیں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق جب جناب یسوعؑ نے جان دے دی اور وہ تین دن مردہ رہے ان ایام میں ان کے دشمن یہودی زندہ تھے اور جناب یسوع وفات یافتہ۔ اس عرصہ میں زندہ یہودی افضل تھے یا بقول انجیل مردہ یسوع بائیبل میں لکھا ہے:۔

"ایمان ہی سے حنوک اٹھا لیا گیا تاکہ موت کو نہ دیکھے اور چونکہ خدا نے اُسے اٹھا لیا تھا اس لئے اس کا پتہ نہ ملا" (عبرانیوں باب ۱۱ ورس ۵)

مسیحی عقائد کے پیش نظر جناب یسوع تین دن مُردہ رہے تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے لیکن جناب حنوک کو زندہ اُٹھا لیا گیا تاکہ موت کو نہ دیکھے۔ عیسائیوں کو چاہیئے کہ جناب حنوک کو بھی خدا سمجھیں کیونکہ انہیں موت کا مزا چکھے بغیر آسمان پر اٹھایا گیا اور عیسائی نظریہ کے مطابق جناب یسوع مسیح کو موت کا پیالہ نوش فرمانے کے بعد زندہ کرکے آسمان پر لے جایا گیا۔

اعتراض۔ اعلیٰ کا مقام بلند ہوتا ہے اور ادنیٰ کا نیچے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زمین میں دفن ہیں اور جناب یسوع مسیحؑ آسمان پر ثابت ہوا کہ جناب یسوع مسیح نبی عربیؐ سے افضل ہیں۔

جواب۔ مکان کی بلندی یا پستی ہرگز معیار فضیلت نہیں۔ فضیلت کا انحصار عطائے خداوندی، ایمان واعمال، عہدہ اور کارناموں پر ہوتا ہے۔ عیسائیوں کے استدلال کے پیش نظر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے پادری زمین پر براجمان ہوتے ہیں اور مُوسی وبہڑیئے ہوا میں پرواز کرتے رہیں۔ بتاؤ کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟

ایک پادری نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہی اعتراض کیا تھا آپ نے جواباً فرمایا۔

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اعلیٰ است
کہ ایں بزیر زمین دفن آں باوج سما است
بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سر آب وگہر تہ دریا است

کسی عیسائی نے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ حضورؐ زمین میں دفن ہیں اور حضرت مسیحؑ آسمان پر ہیں میں نے اُسے کہا کہ تمہاری یہ دلیل نہایت کمزور ہے۔ بُلبلا پانی کے اوپر ہوتا ہے اور موتی سمندر کی تہہ میں۔ تم بتاؤ کہ دونوں میں سے درجہ کس کا بلند ہے؟

قرآن کا ارشاد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر اس مقام تک تشریف لے گئے کہ جہاں تک مخلوق میں سے کسی کی رسائی نہیں۔ ؎

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

(بقیہ نقد ونظر)

نام رسالہ:۔ تحفۂ حاجتمنداں،
تالیف:۔ جناب مولانا محمد عبد الحفیظ صاحب خطیب جامع مسجد گتہ فیکٹری راہوالی
ناشر:۔ ایضاً۔ صفحات ۳۲

مکتبہ حفیظیہ راہوالی فیکٹری گوجرانوالہ نہایت مفید رسالہ کی نشر واشاعت کر رہا ہے ان رسائل میں ہنگامہ وقتاً خدام الدین میں ریویو چھپتا رہتا ہے زیر نظر رسالہ بھی اسی سلک مروارید کا انمول گوہر ہے حاجت روا فقط اللہ تعالےٰ کی ذات گرامی ہے اور حاجت برآری کے لئے بزرگان دین نے کلام اللہ سے اخذ شدہ آیات پر مبنی عوامل بنا دیئے ہیں بشرطِ حسن نیت واخلاص اگر ان پر بزرگوں کی ہدایات کے بموجب عمل کیا جاوے تو اللہ تعالےٰ رحم فرماتے ہیں ایک بات جو رسالہ میں کھٹکتی ہے وہ ہے اختصار۔ آجکل جبتک اوامر ونواہی کی مکمل تشریح تو کلمات بیان نہ کی جائیں ماڈرن طبقہ ان کو سمجھ نہیں پاتا۔ قطع نظر اس کے رسالہ کی افادیت مسلّم ہے۔ کتابت وطباعت اچھی نہیں ہے ادارہ اس جانب بالخصوص توجہ کرے

معبود حقیقی کی پہچان

طالب حسین سیال متعلم کالج جھنگ

جب حضرت انسان اپنی پیدائش اور نظام کائنات کے متعلق سوچتا ہے تو اُسے اپنے تصور میں اُس ہستی عظیم کا عکس ضرور نظر آتا ہے جس نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا۔ شمس و قمر اور دیگر اجرام فلکی سے آسمان کو مزین کیا۔ زمین سے انواع و اقسام کے درختوں سے بھانت بھانت کے پھولوں اور لذت بخش پھلوں کو نکال کر رونق حیات میں اضافہ کیا۔ انسانی عقل کارخانہ فطرت کے مختلف شعبوں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ تخلیق کائنات میں کسی دانا و بینا ذات کی مشیت کا ضرور دخل ہے دنیا کا پیدا ہونا محض حادثہ نہیں اور نہ ہی یہ کائنات اضطراراً معرض وجود میں آئی ہے۔ نظام کائنات کی باگ ڈور اُس قادر مطلق کے دست قدرت میں ہے جو بذات خود ہر شعبہ کا نگہبان ہے وہ بے پناہ حکمتوں اور عمیق بصیرتوں کا مالک ہے۔

کسی باشعور انسان سے یہ چیز چھپی ہوئی نہیں کہ اس عالم رنگ و بو کی ہر چیز فانی اور عارضی ہے۔ اس دُنیا کی رنگینیاں اور دلفریبیاں چند لمحات کے لئے ہوتی ہیں۔ ہر ایک محو سفر اور بے قرار ہے کسی چیز کو استقلال و دوام حاصل نہیں۔ یہ فنا ہو جانے والی دُنیا اور اس کے اندر بسنے والی فانی مخلوق۔ اس کی عارضی و زائل رعنائیاں۔ انسانی ناقص عقل و شعور یہ تمام چیزیں ایک ایسی ذات کا پتہ دے رہی ہیں جو غیر فانی۔ مستقل ابدی و ازلی ذات ہے جو واجب الوجود اور ہر پہلو سے مکمل و اکمل ہے۔ دبضدھا تتبین الاشیاء چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔

انسان فطرتاً متجسس واقع ہوا ہے۔ ہر دور میں وہ خالق کائنات کی جستجو اور تلاش میں سرگرداں رہا۔ کبھی اس کے توہم نے اُسے ستاروں کی پرستش پہ آمادہ کیا۔ کبھی وہ جمال قمر سے متاثر ہوا اور اس کو معبود ٹھہرایا کبھی سورج کی تمازت سے مرعوب ہو کر اُس کا پرستار ہو گیا۔ غرضیکہ انسانی عقل ٹھوکریں کھاتی رہی قدرت انسانی تخیل و تصور کی بلند پروازیوں پر مسکراتی رہی۔ بڑے بڑے مدعیان عقل و خرد اور دانشوران عالم نے تحقیق و تدقیق کے میدان میں تصورات کے گھوڑے دوڑائے جن لوگوں کے من پہ ہوس پرستی کی گھٹائیں چھائی ہوئی نہ تھیں اُن کو اپنے تصور میں ذات حقیقی کا عکس ترضرور نظر آیا۔ لیکن اس ذات ازلی کے متعلق وہ بھی حتمی و قطعی نظریہ قائم نہ کر سکے اور مقصد تخلیق انسانی معلوم کر کے نہ کوئی واضح۔ ہم گیر عمل پذیر منشور زندگی دستور العمل اور نظام کائنات وضع کر سکے جس پر عمل پیرا ہو کر طمانیت قلب حاصل ہو۔

برسوں فلاسفر کی چھنّاں چھنتی رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

آخر خدا کو اپنے بندوں پر رحم آیا۔ بھٹکتے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہر دور میں اور ہر قوم میں نفوس قدسیہ کو مبعوث فرمایا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بصارت اور بصیرت دونوں قوتوں سے سرفراز فرمایا۔ اُن پر اپنے خاص انعامات کیئے۔ اُنہوں نے دُنیا پر یہ بات واشگاف کر دی کہ جس طرح آفتاب سماوی کے بغیر بصارت ناکارہ ہے ٹھیک اسی طرح عقل و خرد کی بصیرت خورشید حقیقت کی جلوہ پاشیوں کے بغیر اپنی ذاتی صلاحیتوں کے باوجود قطعاً بے فائدہ ہے۔ نبیوں نے انسانی متجسس نگاہوں کی تسکین کی انسانی ذہن پر سے ظلمتوں کے پردے چاک ہو گئے انسانی خوابیدہ قوتیں بیدار ہو گئیں۔ خالق حقیقی کے آگے سر نیاز خم کیا۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

باضمیر انسانوں نے جن کی صفت "یومنون بالغیب" ہے انبیاء کے الفاظ پر لبیک کہا اور مادہ پرست انسانوں نے جن کی صفت "اُولٰئک کالانعام بل ھم اضل" ہے انبیاء کی مخالفت مول لی اور خدا کا یہ فرمان پورا ہو۔ وجعلنا لکل نبی عدوا" ایک انسانوں کا ایسا گروہ بھی تھا جس نے انبیاء کی سادہ تعلیمات پر کوئی توجہ نہ دی اُن کو مجنون کہا۔ اپنی ناموری اور شہرت کی بنا پر منطق و فلسفہ کی درجنوں کتابیں لکھ ڈالیں۔ اُن کے وہ مبنی بر تفلسف نظریات متضاد ہونے کے باعث عوام کو مطمئن نہ کر سکے آخر میں ان فلاسفروں کو خود اعتراف شکست کرنا پڑا۔ چنانچہ ارسطو کا یہ مقولہ حد تواتر تک مشہور ہے "ہم اتنا بھی نہیں جانتے کہ نہیں جانتے" انگلستان کا مشہور فلسفی ڈیوڈ ہیوم صاف لفظوں میں اقرار کرتا ہے "انسانی عقل مخلوق ہے اور اس لحاظ سے علم اس کی خاص دماغی غذا ہے لیکن ساتھ ہی انسانی ذی عقل و فہم کے حدود اتنے تنگ ہیں کہ اس باب میں اس کو وسعت و اذعان دونوں حیثیات سے بہت ہی کم اپنے فتوحات سے تشفی نصیب ہو سکتی ہے"۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے ظاہر بین انسانوں اور عقل و خرد کے شیدائیوں کو بتلایا کہ وہ معبود نہیں ہو سکتا جس کو ظاہری آنکھیں دیکھتی ہیں بلکہ معبود حقیقی وہ ہے جسے ظاہری نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اس میں بھی بڑی حکمت مضمر ہے حکیم کامل کو پتہ تھا کہ انسان تلاش غیب میں منہمک ہے اُس کی متجسس نگاہیں خوب سے خوب تر کی متلاشی ہوتی ہیں۔ انسانی تہذیب و تمدن میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ارتقاء ہوتی رہتی ہے وہ حاضر و موجود پر قناعت نہیں کرتا بلکہ وہ چھپی ہوئی اور مستور چیزوں کی دریافت کرتا ہے خالق حقیقی نے اپنے آپ کو اس لئے غیب کے پردوں میں مستور رکھا کہ انسانی متجسس نگاہیں اُسے دیکھنے نہ پائیں اگر انہوں نے دیکھ لیا تو وہ کسی اور کی متلاشی ہو نگیں لیکن اُس کے سوا کوئی اور ہے نہیں بہتر ہے کہ وہ اُس کے وصل کے لئے بے قرار رہیں اگر وہ دیکھ لیتیں تو انسانی مادہ تجسس انسان کو بھٹکا دیتا۔ انسان نے خالق حقیقی کو دیکھا نہیں بلکہ اُس کا ایمان وحی الٰہی پر ہے وحی الٰہی سے انسان پر بڑے بڑے راز کھلتے ہیں۔ انبیاء کو لوگوں نے مجنون تو کہا لیکن انہی نفوس قدسیہ نے اُن کو حقیقت سے روشناس کرایا۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک

تمام پیغمبر توحید کے علمبردار تھے۔ اُنہوں نے ظاہری معبودوں کی بے بسی اور بیچارگی کا اظہار کیا اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ کا اعلان کیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت۔ ہم نے ہر قوم میں رسول مبعوث کیا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور شیطان سے بچیں ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ ہم نے بھیجا تم سے پہلے (اے محمد صلعم) کوئی رسول مگر ہم نے وحی کی اس کی طرف کہ تحقیق نہیں معبود کوئی مگر میں پس میری بندگی کرو انبیاء کو خداوند عالم نے ایسا علم بتایا جس سے وہ توحید الٰہی پر استدلال کریں۔ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے صحیفے اور کتب توحید سے متعلق دلائل و براہین سے بھرے ہوئے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم من السماء والارض کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں رزق دے زمین و آسمان سے کلام مقدس میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ انما الٰھکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو وسع کل شیئ علما۔ تحقیق تمہارا معبود وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اُسے ہر شے کے متعلق وسیع علم ہے۔ جابجا قرآن پاک میں توحید کی تعلیم دی گئی ہے اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ نہ پکار اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر وہ چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی وجہ کے اُس کے لئے حکم ہے اور سب اُس کی طرف لوٹنے والے ہیں خداوہ ہے جس کا علم مکمل اور وسیع ہے جو کائنات کے ذرے ذرے سے واقف

بقیہ بر صفحہ ۱۷

نقد و نظر

مشتاق حسین بخاری

نام کتاب:۔ المصالح العقلیہ داحکام النقلیہ (حصہ اول)
(احکام اسلام کی عقلی مصلحتیں)
تصنیف:۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
ناشران:۔ کتب خانہ جمیلی ۶۵ گولڈنگ روڈ لاہور
صفحات:۔ ۲۰۰ قیمت ۲/۵۰ روپیہ

اس کے قبل انہی صفحات پر مندرجہ کتاب کے حصہ اول پر تبصرہ ہو چکا ہے اب کتب خانہ جمیلی لاہور نے کتاب کا دوسرا حصہ طبع کرایا ہے۔ اس میں متعدد احکام اسلامی کی تشریح و تطبیق اور حکمت بیان کی گئی ہے آج کل بے راہروی کا زمانہ ہے۔ موجودہ نسل کو اسلامی احکام فرسودہ اور ناقابل عمل نظر آرہے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف کوتاہ فہمی کوتاہ نظری اور سہل پسندی ہے عائلی قوانین پر علمائے حق کو زبردست اعتراض ہے۔ اور وہ اسے خلاف اسلام تصور کرتے ہیں۔ حکیم الامت نے نقلی اور عقلی طور پر ثابت کیا ہے کہ تعدد ازدواج کیوں ضروری ہے اور اس سے فرار قوم کو کن گمراہیوں سے دوچار کر سکتا ہے۔ اس طرح دوسرے مسائل پر بھی کما حقہ دلائل اور براھین طریق سے استدلال کر کے ان کو فطرت انسانی کے حسب حال قرار دیا ہے۔ اسلام کو حقیقی طور پر سمجھنے اور احساس کمتری کو ادا کرنے کے لئے ایسی کتب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

نام رسالہ:۔ گانا بجانا (قرآن و سنت کی روشنی میں)
تالیف:۔ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب
ناشر:۔ پاک ثقافت زیر جامع مسجد ایبٹ آباد۔
قیمت:۔ درج نہیں۔ صفحات:۔ ۴۲

معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مؤلف نے یہ رسالہ مولانا شاہ محمد جعفر ندوی سابق خطیب شاہی مسجد کپور تھلہ کی کتاب "اسلام اور موسیقی" سے متاثر ہو کر سپرد قلم کیا ہے اللہ تعالٰے قاضی صاحب کو اس کار خیر کی جزائے عظیم دے۔ شاہ محمد جعفر ندوی صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ رائج الوقت بیہودہ موسیقی کو کسی نہ کسی طرح شرعی طور پر جائز قرار دیا جائے۔ شاہ محمد جعفر صاحب مسلمانوں کے کسی فرقہ سے بھی تعلق رکھتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی بریلوی اور شیعہ سبھی حضرات کے ہاں موسیقی کی حرمت موجود ہے حتی کہ کلام پاک بھی گا کر پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن ہاں کئی لوگ از قسم شاہ محمد جعفر ندوی صاحب اس فکر میں گھلے جا رہے ہیں کہ ثقافت فنون لطیفہ اور موسیقی جس ناک نقشہ کے ساتھ مروج ہیں انہیں بھی اسلام کیسے قرار دیا جائے۔ کبھی تو وہ موضوع روایات کا سہارا لیتے ہیں اور کبھی من گھڑت باتیں صحابہؓ کے ساتھ منسوب کر کے موسیقی کو جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں بہر حال قاضی صاحب کا یہ تحقیقی رسالہ شاہ محمد جعفر ندوی صاحب اور ان کے دیگر ہم خیال حضرات کو حق سمجھا دے گا۔ (انشاء اللہ العزیز)

نام رسالہ:۔ ام کلثوم بنت علی رضؓ
فاروق اعظم کے نکاح میں
تالیف:۔ مولانا محمد صدیق صاحب خطیب جامع اہلحدیث لائل پور
ناشران:۔ مرکزی انجمن شبان اہلحدیث (رجسٹرڈ) امین پور بازار لائلپور
قیمت ۱۲ آنے صفحات ۸۴

اہل شیعہ حضرات حضرت سیدنا علی المرتضیؓ اور ان کے خاندان اور خلفائے ثلاثہؓ کے مابین کسی بھی تعلق کے قائل نہیں، پتہ نہیں مسلمان کو کس طرح زیب دیتا ہے کہ ایک طرف تو خلیفہ چہارم حضرت علی رضؓ نہایت شجاع دلیر بہادر حق گو اور باطل شکن (جیسا کہ وہ فی الحقیقت ہیں) اور دوسری طرف خلفائے سابقین کے مقابلہ میں ان کی مجبوریوں اور حق پوشیوں العیاذ باللہ کا ذکر بھی کرتے رہیں۔ مندرجہ بالا کتاب میں فاضل مؤلف نے عنوان کتاب کے حق میں نقلی و عقلی دلائل دیئے ہیں اکثر و بیشتر جگہ شیعی کتب سے اکتساب کیا ہے۔ شروع میں مؤلف لکھتے ہیں کہ ان کا مقصد کسی کی دلآزاری نہیں بلکہ اختلافات کو ختم کرنا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ مؤلف موصوف اس ارادہ میں کامیاب ہوں۔ کتاب کی کتابت و طباعت معیاری ہے

باقی بر صفحہ ۱۰

بقیہ:۔ اصلی شادی اور نقلی شادی

تھے سیب بخشوانے یہ اور معاملہ گلے آ پڑا مگر پھر آخرت کے خوف سے راضی ہو گیا۔ بیوہ نے پھر کہا کہ میری لڑکی اندھی ہے بہری ہے لولی ہے اور گونگی ہے۔ مسافر حیران ہو گیا مگر پھر بھی وہ آخرت کے ڈر سے وعدہ سے نہ پھرا چنانچہ نکاح ہو گیا جب اس نے اپنی بیوی دیکھی تو نہایت حسینہ جمیلہ اور توانا لڑکی پھر وہ اپنی خوش دامن سے دوسرے دن آ کر پوچھنے لگا کہ آپ ایک پارسا خاتون ہیں آخر مجھ سے مذاق کیا تھا یا کوئی اور راز ہے اس بات میں۔ وہ بولی کہ اے میرے داماد! مجھے اللہ تعالٰے نے باطن کی روشنی عطا کی ہے اور یہ بچی میری عمر کا سرمایہ تھا میں پریشان تھی کہ خدا معلوم کیسا داماد ملے گا یہ بچی نہ کسی گناہ کے پاس پاؤں سے چل کر گئی ہے مثلاً سینما نہ ہی کبھی گناہ کی بات کہی ہے نہ سنی ہے نہ دیکھی ہے لہذا گناہ کے معاملہ میں یہ اندھی بہری گونگی اور لولی ہے جب میں نے تم میں یہ تقوی دیکھا کہ ایک علوطے کا گرایا ہوا سیب جو پانی میں بہہ کر چلا گیا تم سے نہ ہضم ہو سکا تو تم کہاں حرام کھاؤ گے یا اور کوئی گناہ کرو گے لہذا میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنی لڑکی کے لئے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ حالانکہ روزانہ کئی سیب گر کر پانی میں چلے جاتے ہوں گے۔ وہ شخص سجدہ میں گرا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ یا اللہ تیرا احسان ہے کہ مجھے بھی میری مراد ملی میں بھی ڈرتا تھا کہ میرے تقوی میں فرق نہ آئے چنانچہ ان دونوں پاک فطرت میاں بیوی سے حضرت امام ابو حنیفہؒ پیدا ہوئے جن سے آج تک فیض پانے والے لوگ صاحب بصیرت پیدا ہو رہے ہیں۔

ہم کو بھی چاہیئے کہ ہم لوگ بھی جب شادیوں کے دوسرے پہلو زیر غور لاتے ہیں وہاں تقوی اور پرہیزگاری کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ اللہ تعالٰے ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بقیہ:۔ معبود حقیقی کی پہچان

ہے جو ہر چیز کا خالق اور رازق ہے وہی اقتدار اعلیٰ ہے۔ ہمیشہ رہنے والا ہے سب کا مرجع و ماوی ہے بھلا وہ بت کیسے خدا ہو سکتے ہیں جو اپنے جسم پر سے مکھی بھی نہیں اڑا سکتے۔ اجرام فلکی کیسے پرستش کے لائق ہیں جو طلوع و غروب کے پابند ہیں۔ مزاروں کے مجاور کیسے لائق تعظیم ہیں جو مریدین سے بٹورے ہوئے پیسوں سے رزق کھاتے ہیں۔ ایسے بے علم ملاؤں کی دعائیں کیسے مستجاب ہو سکتی ہیں۔ جو بے بنیاد جھوٹے خواب بیان کر کے مُردوں کے والیوں کا مال ہڑپ کر جاتے تیجے ساتے اور چالیسوے پر مسکینوں کا یتیموں کا ناحق مال کھاتے ہیں ایسے سجادہ نشینوں کی کیسے بیعت کی جائے جو قبور اولیاء پر شرک کی دکانیں سجاتے اور ایسے میلوں کا اہتمام فرماتے ہیں جہاں عیش و نشاط کی محفلیں اور رقص و سرور کی بزمیں جمتی ہیں اور مے و بادہ کے دور چلتے ہیں۔ ایسے پیروں سے جو مریدین کو بھی لے ڈوبتے ہیں خدا کی پناہ

اشرف المخلوقات کے لیے مخلوق کو سجدہ کرنا کیسے زیبا ہے؟ مسجود ملائکہ کا قبروں پر جبین رگڑنا کیسی عقیدت ہے اپنے خالق و رازق۔ سمیع و بصیر معبود حقیقی کو چھوڑ کر دنیاوی معبودوں سے مرادیں مانگنا شرک عظیم ہے اور شرک بہت بڑا ظلم ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔ خدا اپنے ساتھ لو لگانے کی توفیق دے اور شرک سے بچائے۔ آمین۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

---

(۴)

سورۃ الصف (پ ۲۸)

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

غازی خدا بخش اچھروی و شیخ بشیر احمد بی اے سمن آبادی

خاتمیت قرآن کی تحقیق

(۱) تبدل قومی اور خاتمیت

جب اس طرح پر تمام قوموں کو جو قرآن کی تعلیم جاری کرنے کے لئے کھڑی ہو جائیں مساوی حق دیتا ہے تو اب ہم یہ چیز بھی مان سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی۔ اس لمبی مدت تک قرآن حکیم کے جاری رہنے میں جو چیز مانع ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ ایک قوم اپنی طاقت ختم کر چکی ہے یا ایک نظام اپنی طاقت ختم کر چکا ہے (مثلاً بادشاہی نظام) اگر قرآن حکیم اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ ہے تو یقیناً اسے بھی اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ مان لینا پڑے گا۔

پہلے ہزار سال میں جن جن قوموں نے اسلام کی خدمت کی ان میں بادشاہی نظام تھا دوسرے ہزار سال سے شاہی نظام ٹوٹنا شروع ہوا اور اب جمہوری نظام دنیا پر حکومت کر رہا ہے اگر یہ چیز مان لی جائے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کسی خاص قوم یا نظام کے ساتھ پابند نہیں ہے تو کہنا پڑے گا کہ جونسی قوم یا جونسا نظام قرآن حکیم کی حکومت چلائے گا تمام مسلمانوں کو اس کی اطاعت کرنی ہو گی چاہے قریش ہوں یا غیر قریش اس قسم کی بات مان لینے کے بعد اس امر کے باور کرنے کا کافی موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی۔

اس کے بالعکس قرآن کی حکومت قائم کرنے کے لئے خاص قوم یا خاص نظام معین کر دیا گیا۔ تو قرآن کی عمر اس قوم یا اس نظام کی عمر تک ہی چل سکتی ہے اس کے بعد قرآن حکیم کو قطعی طور پر ختم ہو جانا چاہیئے۔

ایک قوم سے حکومت بادشاہی دوسری قوم میں چلی جائے اور دوسری قوم بھی قرآن کا حکم قائم رکھے اس طرح پر اسلام کی عمر لمبی ماننے والے اکثر علماء مسلمانوں میں موجود ہیں وہ قرآن کو کسی قوم کے ساتھ مقید نہیں مانتے پہلے عربوں نے قرآن حکیم کی حکومت کی پھر ایرانیوں نے کی پھر ترکوں اور ہندیوں میں آئی تو اہل علم ان سب کی خدمات کی قدر کرتے ہیں مگر یہ سارے نظام شامل تھے سب قوموں کے تبدلات میں نظام ایک ہی رہا۔

تبدل نظام اور خاتمیت

اب جس حالت میں پہلا نظام بدل گیا تو دوسرے نظام سے بھی قرآن کی خدمت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ایسے عالم تو ملیں گے جو یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ دوسرے نظام سے بھی حکومت ہونی چاہیئے ورنہ قرآن کی حکومت قیامت سے پہلے ختم ماننی پڑے گی۔

جملہ معترضہ یہاں یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں ایک قوم کی عقل قرآن کی خدمت کرنے سے عاجز آ جاتی ہے وہ اپنا اطمینان اس طرح کر لیتی ہے کہ اب قیامت آگئی درحقیقت اُن کی اپنی موت آگئی ہوتی ہے اگر اس جملے میں صداقت ہے تو فقط اتنی کہ اس قوم کی قیامت آ جاتی ہے اسے تمام قوموں کی قیامت ماننا احمقانہ خیال ہے چونکہ اکثر مقدس لوگ پہلے خیال کے حامی ہیں اس لئے انہیں کچھ کہا نہیں جا سکتا حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ قومیں بڑھ رہی ہیں اور مسلمانوں کی جگہ لے رہی ہیں مگر نہیں مانتے۔

ایسے ہی اگر ایک نظام ختم ہو جائے گا تو اس نظام کے متبعین بھی شور مچانے لگ جائیں گے کہ قیامت آگئی اس کے بغیر ان کی طبیعت مطمئن ہو ہی نہیں سکتی یہاں بھی اس طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نظام کی موت یا قیامت آگئی یہ صحیح ہے لیکن اگر دوسرا نظام اس کی جگہ لے رہا ہے تو اسے نوع انسان کی قیامت کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

(جملہ معترضہ ختم ہوا)

الغرض اس بات کو ماننے والے اکثر اہل علم موجود ہیں جو قوموں کی تبدیلی سے قرآن کی تعلیم جاری رہنے کے قائل نہیں اور ایسے ارتجاعی (Reactionary) بھی موجود نہیں جو اپنی قوم کے سوا دوسری قوم کو قرآن کا خادم نہیں دیکھ سکتے۔

اب جس زمانے سے یہ نظام بدل گیا ہے اہل علم ضرورت تو سمجھتے ہیں کہ کوئی نیا نظام ہونا چاہیئے جس سے قرآن کی خدمت ہو اور جس سے کامیاب قرآنی حکومت بنائی جائے مگر کوئی نظام پیش نہیں کر سکتے ہماری سمجھ یہ ہے کہ خدا نے شاہ ولی اللہ کو اس کام کے لئے خاص طور پر منتخب کیا ہے اس نظام کے تبدیل ہونے سے پہلے اسلام کے لئے نیا نظام پیش کرتے ہیں اس تبدیلی نظام کے بعد بھی قرآن کی حکومت کی عمر لمبی ہو سکتی ہے ہم اس پر مطمئن ہیں اور ہم اس چیز کی طرف اہل علم کی توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم اور جمہوری دور

قرآن عظیم کی بین الاقوامی حکومت کا ایک اور شاہی نظام کے ماتحت ختم ہو چکا اب جمہوری نظام پر انٹرنیشنلزم کے ماتحت قرآن حکیم دنیا پر حکومت کر سکتا ہے اس لئے پہلے مسلم اقوام میں جمہوریت آنی چاہیئے پھر یہ جمہوریتیں مل کر ایک انٹرنیشنل مرکز پیدا کریں ہر ایک جمہوریت میں اور اس انٹرنیشنل مرکز میں قرآن حاکم ہو۔

شاہ ولی اللہ اور جمہوری نظام

جس قدر مواد شاہ ولی اللہ کی کتابوں میں ملے گا جو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک کے دور سے استنباط کرتے ہیں وہ اس نئے دور میں کافی ہے ان کو بعض مسائل میں جمہور اہل علم سے مقابلہ کرنا پڑا ہے اس لئے ان کی بات آسانی سے لوگوں میں شائع نہ ہو سکی صاف لفظوں میں کہا جائے تو بات یوں ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کو خلافت راشدہ سے خارج کر دیتے ہیں اس میں وہ نرم نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں تا کہ یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آ جائے۔ اگر ہماری طرح وہ بھی صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ دیتے تو ان کی کتاب پڑھی بھی نہ جاتی اور آج بھی اہل علم کا دماغ اتنا جامد ہے کہ وہ اس حقیقت پر غور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور جو فتنے کا زمانہ تھا قرآن حکیم کی تعلیم کا صحیح مصداق ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن حکیم نظام کی پابندی نہیں سکھاتا حضرت ابوبکر اور سیدنا عمر کے زمانے میں نظام تھا تو بھی قرآن کی حکومت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نظام نہیں ہے تو بھی قرآن کی حکومت ہے اس سے آج کل کے اہل علم کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے۔ کہ قرآن حکیم براہ راست کوئی نظام نہیں سکھاتا۔ اسی لئے ترکی میں لادینی حکومت پیدا ہو گئی ہے اور کل کو مصر میں ہو کر رہے گی اور مصر عربی ممالک کا دماغ ہے ایران آدھی سے زیادہ لادینی حکومت پیدا کر چکا ہے افغانستان ترکی کے نقش قدم پر چل رہا ہے اس طرح جو قومیں جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کا نظام چلانے کے لئے کوئی عقلمندی باقی نہیں رہی ان کے علماء ان کو براہ راست

بقیہ بر صفحہ ۱۶

(۲)

زیاں کاری سے بچو

محمد شفیع عمر الدین مٹھہ

قیامت کے دن ظلم و ستم کرنیوالے

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ط وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ (طٰہٰ آیت ۱۱۱)

ترجمہ! اور سب منہ حی و قیوم کے سامنے جھک جائیں گے۔ اور تحقیق نامراد ہوا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔

یعنی

قیامت کے دن ظلم کرنے والا گھاٹے میں رہیگا

سب سے بڑا ظلم شرک ہے

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (لقمان آیت ۱۳)

ترجمہ! اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

ہمیں چاہیئے خود بھی شرک سے بچیں اور اپنی اولاد کو بھی اس سے بچائیں۔ کیونکہ مشرک کا کوئی نیک عمل قابل قبول نہیں۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ج لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الزمر آیت ۶۵، ۶۶)

ترجمہ! اور بے شک آپ کی طرف اور ان کی طرف وحی کی جا چکی ہے جو آپ سے پہلے گزرے ہیں کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگے بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی کے شکر گزار رہو

مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ (البینۃ آیت ۶)

ترجمہ! بے شک جو اہل کتاب سے منکر ہوئے اور مشرکین وہ دوزخ کی آگ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔

حضرت مولانا عثمانی رح فرماتے ہیں "ظلم لفظ میں شرک اور دوسرے معاصی بھی شامل ہیں"

ہمیں چاہیئے ہر قسم کے ظلم اور شرک اور سب معاصی سے بچیں۔

حدیث :۔ (عن ابی ہریرۃ رض)

اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعٌ قَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ (بحوالہ مسلم)

ترجمہ! حضرت ؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رض نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ اسباب حضرت ؐ نے فرمایا البتہ میری امت میں سے حقیقت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور حالانکہ اس کو گالی دی ہو، اور اس کو حرام کاری کا عیب لگایا ہو۔ اور اس کا مال کھا لیا ہو۔ اور اس کی خون ریزی کی ہو اور اس کو مارا ہو۔ سو اس کی نیکیوں میں سے اس مظلوم کو دلایا جائے گا اور اس دوسرے مظلوم کو دلایا جائے گا سو اگر قصور ادا ہونے سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو چکیں گی تو ان مظلوموں کے گناہ لئے جائیں گے پس اس ظالم پر ڈالے جائیں گے پھر وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا

(ف) معلوم ہوا کہ مسلمان کی عبادت اور نیکیاں حق العباد کے بدلے میں جائیں گی اگر نیکیاں کم ہوئیں اور لوگوں کے حق زیادہ، تو ان کے گناہ ظالم کی گردن پر ڈالے جائیں گے۔ تو جب نیکیاں چھین گئیں اور لوگوں کے گناہ گردن پر چڑھے تو حقیقت میں یہی شخص آخرت کا مفلس ٹھہرا۔ اگرچہ دنیا میں نہایت مالدار ہو

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان حق العباد سے ڈرتا ہے اور اپنے حسنات اور کثرت عبادت

چمن سے پھول (مشارق الانوار)

ظالم کی گرفت

ظالم کو اللہ تعالےٰ اپنی حکمت بالغہ سے جلد نہیں پکڑتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے تاکہ وہ ظلم سے توبہ کرے مگر جب وہ ظلم سے باز نہیں آتا تو دنیا میں ہی عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی زیاں کار بنتا ہے

حدیث (عن ابی موسیٰ رض)

اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ط اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ (ھود آیت ۱۰۲)

(مشارق الانوار بحوالہ بخاری و مسلم)

ترجمہ! حضرت ؐ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ظالم کو فرصت اور ڈھیل دیا کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو پکڑتا ہے تو نہیں چھوڑتا پھر حضرت ؐ نے (اس حدیث کی سند میں قرآن کی) یہ آیت پڑھی ـــ "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے"۔

نصیحت

قیامت سے ڈرنے والوں کے لئے اس میں نصیحت ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ط (ھود آیت ۱۰۳)

اس بات میں نشانی ہے اس کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (ریاض الصالحین)

ترجمہ! یا اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ تو مجھے اپنے پاس سے مغفرت بخش اور مجھ پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے

آمین یا ارحم الراحمین

پتہ کی تبدیلی

مرکزی دفتر تنظیم اہل سنت پاکستان

تنظیم اہل سنت پاکستان ملتان نے اپنا دفتر لوہاری دروازہ ملتان سے کچہری روڈ پر منتقل کر لیا ہے۔ آئندہ خط و کتابت مندرجہ پتہ پر کی جائے۔

دفتر مرکزیہ

تنظیم اہل سنت پاکستان مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان

(سید منظور احمد شاہ صاحب ناظم دفتر تنظیم اہل سنت پاکستان)

(بقیہ خطبہ صفحہ ۶ سے آگے)

نہ ہوگا کیونکہ یہ مقصود حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اور مطلقاً ذکر کا حکم موجود ہونے کے باعث ذکر کرنا خلاف شرع بھی نہ ہوگا۔ تو پھر ہر حال میں ذکر کرنا بدعت کیونکر ٹھہرے گا۔ اصل مقصد تصوّف میں احسان ہے چنانچہ اُس کے حاصل کرنے کے جو طریقے خلافِ شریعت نہیں ہیں وہ سب ضروری ہیں البتہ اگر کوئی شخص کہے کہ مجھ کو خدا تک پہنچنے کے لئے قوالوں، ڈھولوں اور گاتے طبلے سارنگیاں بجانے والوں کی ضرورت ہے تو یہ بے شک خلاف شریعت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضؓ نے ان چیزوں کی ممانعت کی ہے تو جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے وہ بے شک خلافِ سنت سمجھے جائیں گے۔

صوفیائے کرام کی خصوصیات

شیخ ابو النصر سراج رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اولیں خصوصیّت یہ ہے کہ وہ اللہ ہی پر نظر رکھتے ہیں، ان کا تمام تر مطلوب و مقصود اللہ ہی ہوتا ہے ماسوا اور لایعنی مشغلوں سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

اس کا لازمی اثر ان کی عملی زندگی پر پڑتا ہے چنانچہ وہ قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہیں، غذا لباس اور ہر قسم کے سامان وشیوی سے صرف بامحتاج کو اختیار کرتے ہیں۔ بجائے تونگری کے تنگدستی، بجائے سیری کے گرسنگی، بجائے افراط کے قلت اور بجائے جاہ و ترفع کے تواضع و انکسار ہر چھوٹے بڑے کے مقابلہ میں اپنے لئے وہ پسند کرتے ہیں۔ صوفیاء کی مزید خصوصیات یہ ہیں کہ وہ اللہ سے حسنِ ظن رکھتے ہیں، تمام علائق و اسباب سے قطع نظر کر کے صرف اس پر تکیہ رکھتے ہیں۔ نیکیوں اور طاعتوں کی جانب خلوصِ نیت کے ساتھ پیش قدمی و تیز روی کرتے رہتے ہیں۔ بلاء الہی پر صابر اور قضاء الہی پر راضی رہتے ہیں۔ مجاہدہ اور مخالفت خواہش نفس میں مشغول رہتے ہیں اور اس کو یاد رکھتے ہیں کہ کلامِ پاک میں نفس کو امارہ بالسوء سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیثِ نبویؐ میں ارشاد ہوا ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

غرض صوفیہ کے تمام اوصاف و اخلاق سنّتِ نبویؐ اور آثارِ صحابہؓ کی مطابقت میں ہوتے ہیں۔

اہلِ تصوف کے تذکرہ سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے

شیخ ابو النصر سراج رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایسے الفاظ و عبارات بکثرت آئے ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہی ہیں مثلاً۔

صادقین و صادقات، قانتین و قانتات، خاشعین موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، وجلین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین متوکلین، اولیاء مصطفین، ابرار مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات، مشاہدین اور مطمئنین۔

احادیث میں اشارات

حضورؐ فرماتے ہیں: کہ انّ من امتی متکلمون ومحدثون وان عمر منہم۔

میری امّت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو مکالمۂ الٰہی اور گفتگوئے الٰہی سے سرافراز کئے جائیں گے اور عمر بھی انہیں میں سے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعۃ و مضر یقال لہ اویس قرنی۔

میری امت میں ایک ایسا شخص بھی ہوگا جس کی شفاعت سے لوگ جنت میں قبیلۂ ربیعہ و مضر کی طرح (یعنی بہت کثرت سے) داخل کئے جائیں گے اور اس کا نام اویس قرنی ہوگا۔

عہدِ صحابہؓ میں کوئی شخص صوفی کے لقب سے کیوں یاد نہ کیا جاتا تھا؟

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں کوئی شخص کیوں صوفی کے لقب سے یاد نہ کیا جاتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ ان کے جتنے بھی فضائل تھے سب سے اشرف و اعظم ان کی فضیلت صحابیّت تھی کہ صحبتِ رسولؐ تمام بزرگیوں اور فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کا زہد، فقر، توکل، صبر و رضا غرض جو کچھ بھی ان کے فضائل تھے ان سب پر ان کا شرفِ صحابیت غالب تھا پس جب کسی کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور کوئی محل ہی باقی نہیں رہا کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے تعظیمی لفظ سے یاد کیا جائے۔

تابعینؒ میں لفظ صوفی رائج تھا

صوفی کا لفظ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں رائج تھا اور ان کا زمانہ بعض صحابیوں سے معاصرت کا تھا۔ وہ براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بیعت ہیں اور ارباب سلوک کے تین معروف سلسلے قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ انہیں کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اور ان کے معاصرین کے اقوال میں یہ لفظ صوفی استعمال ہوا ہے۔

شریعت ہی کی تکمیل و اتمام کا نام طریقت ہے

بعض نام نہاد صوفیاء قیودِ شریعت سے آزاد رہنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں لیکن سچے اور کھرے صوفیاء کے نزدیک طریقت و شریعت میں تخالف مطلق نہیں ہے۔ بلکہ شریعت ہی کی تکمیل و اتمام کا نام طریقت ہے۔ حضرت ابو النصر سراج رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ جب تک اس کا تعلق زبان و اعضاء سے ہے اسے علم ظاہری سے تعبیر کریں گے اور اس کا نام علم شریعت ہے مثلاً عبادات میں طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب و باطن تک محیط ہو جاتا ہے تو اسی کو علم باطن یا طریقت سے موسوم کر دیتے ہیں۔ اس کی سند قرآن مجید سے ملتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان آیت ۲)

اس نے اپنی نعمتیں تمہارے اوپر پوری کیں ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ دنیا میں ہر موجود کا ایک پہلو ظاہری ہے اور ایک باطنی چنانچہ قرآن کریم کا بھی ایک ظاہر ہے، ایک باطن۔ حدیث شریف کا بھی ایک ظاہر ہے، ایک باطن۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے۔ طریقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے الگ کوئی شئے نہیں بلکہ انہیں کے مغز و باطن کا نام ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارا سارا علم احادیث نبویؐ کا نچوڑ ہے۔ قرآن کریم میں اتباعِ سنتِ نبوی کا حکم صاف الفاظ میں آیا ہے۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (نور آیت ۵۴)

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے تھے کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نہ دیں وہ باطل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تصوف کتاب و سنت کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں چلانے کا ایک ذریعہ اور دل کی صفائی حاصل کرنے کا نام ہے۔

کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہارے لئے اس کام میں جہاد کرنے والوں کا اجر ہے؟" انصاری نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دنیاوں کے امور سے متعلق) ہر حاکم کو قیامت کے دن لاکر ایک ایسے پل پر کھڑا کیا جائے گا جس کے نیچے آگ ہوگی، وہ پل اس شخص کو ایک جھٹکا دے گا جس سے اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا۔ پھر اسے اپنی حالت پر لوٹا دیا جائے گا۔ اور اس کا حساب ہوگا، اب اگر وہ شخص اچھا ہے تو اپنی اچھائی کی بنا پر نجات پائے گا اور اگر برا ہے تو پل پھٹ جائے گا اور اس شخص کو لئے جہنم میں گر جائے گا، پھر وہ اس آگ میں ستر سال رہے گا"۔۔۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ حدیث تم نے کس سے سنی؟ انصاری نے کہا حضرت ابوذر و حضرت سلمان (رضی اللہ عنہما) سے حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ "ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے"۔۔۔ حضرت عمرؓ چیخ اٹھے "واعمراہ امن یتولاھا بما فیھا" (ہائے عمر! تیرا کیا انجام ہونے والا ہے! کون ہے جو اس خلافت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے......)

خلیفہ ابو جعفر نے اپنا رومال اٹھا کر اپنے منہ پر رکھا اور دھاڑیں مار کر رونے لگا، امام بھی رو پڑے اور برابر فرماتے رہے:" اے امیر المومنین! آپ کے دادا حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ اور طائف کی امارت مانگی تو آپؐ نے فرمایا کہ "اے عباس! اے نبیؐ کے چچا! ایک زندہ نفس غیر محدود امارت سے بہتر ہے"...... ۔۔ پھر فرمایا ۔۔ اے عباس! اور اے صفیہ! نبیؐ کی پھوپھی! میں تمہیں اللہ کی طرف سے کچھ بھی مستغنی نہیں کر سکتا، تم جان لو کہ تمہیں تمہارا ہی عمل کام آئے گا اور مجھے میرا عمل"۔

"اے امیر المومنین! سب سے سخت کام اللہ کے لئے حق پر قائم رہنا ہے، اور سب سے بڑی نیکی اللہ کے نزدیک تقویٰ ہے،...... جو شخص اللہ کی اطاعت کے راستہ سے عزت طلب کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسے بلند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ کی معصیت کے راستہ سے عزت طلب کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسے ذلیل کر دیتے اور گرا دیتے ہیں"۔

یہ میری نصیحت ہے ۔۔۔ والسلام علیک"

محمد بن مصعب کا بیان ہے کہ جب امام رخصت ہونے لگے تو خلیفہ ابو جعفر منصور نے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا، امام نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ "مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں اپنی نصیحت کو ساری دنیا کے خزانوں کے عوض بھی نہیں بیچ سکتا"۔

چلانے کا دعوا کر سکتے اگر جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم چلے گا تو فقط شاہ ولی اللہ کا بنایا ہوا نظام چلے گا۔

قرون ثلاثہ اور حضرتؓ کی خلافت

جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کو چلانے کی سمجھ پیدا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کو قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر سے خارج کر دیا جائے اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہی تسلیم کر لیا جائے اور اسی کو قرون ثلاثۃ المشہود لہا الخیر کا مصداق قرار دیا جائے پھر اس دور کے مندرجہ ذیل تین درجے ہوئے۔

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کا زمانہ

(۳) سیدنا عثمانؓ کا زمانہ۔

یہ امام الہند ولی اللہ کی تعلیم ہے جس میں ہم نے تھوڑا سا تصرف کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ اور سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کو ایک ساتھ ملاتے ہیں ہم نے سیدنا ابوبکرؓ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دیا ہے یہ ہماری ذاتی رائے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کو نہیں بدلا بلکہ ویسا ہی قائم رکھا۔ اس لئے سیدنا ابوبکرؓ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کو ایسا سمجھنا چاہیئے۔ سیدنا عمرؓ نے اس نظام میں قدرے کی اس لئے ان کے دور کو دوسرا دور کہنا زیادہ موزوں ہے لطف یہ ہے کہ کہ اگرچہ سیدنا عمرؓ نے نظام میں کچھ تبدیلی کی۔ لیکن بعد میں اس تبدیلی پر خود ہی افسوس کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش میں کہ کاش میں یہ تبدیلی نہ کرتا تو اچھا تھا اور ابوبکرؓ کے درجے پر کام رہتا تو بہتر ہوتا پس سیدنا عمرؓ کے دور دوسرا دور قرار کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔

خلافت صدیقی اور حکومت فاروقی کا فرق

سیدنا ابوبکرؓ کے زمانے میں سرمایہ داری کا کوئی احساس قائم نہیں ہونے دیا گیا ساری جماعت مجاہدین ایک درجے پر بقدر ضرورت وظیفہ پاتی رہی چنانچہ جس کے زیادہ بچے تھے اسے زیادہ مل جاتا تھا اور جس کے کم تھے اسے تھوڑا مل جاتا تھا کام کرنے والوں کے اندر بھی کوئی مراتب قائم نہیں کئے گئے تھے بعینہ یہی حال حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا پس قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل کرنے کا یہی معیار ہے سیدنا عمرؓ نے درجے مقرر کر دیئے اور اسی طرح سرمایہ داری کی بنیاد پڑ گئی گو سیدنا عمرؓ نے اسے غلط طریقے پر چلنے نہیں دیا اور پھر آخر میں نادم ہوئے

اسی کے بعد سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں ایک تقسیم پر اور اضافہ ہوا بنو ہاشم اور بنو امیہ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن گئے اس لئے سیدنا عثمانؓ کی حکومت تیسرے درجے کی حکومت ہے مگر اس عہد میں بھی سرمایہ داری اور سوسائٹی کی ساس نہ بن سکی شاہ صاحب اس کے بعد کسی دور کو قابل تقلید نہیں مانتے۔

حضرت علیؓ کا مقام

ان حالات میں شاہ صاحب کے لئے حضرت علیؓ کا مسئلہ بہت پیچیدہ بن جاتا ہے خوارج حضرت علیؓ کے اس اخراج پر بہت خوش ہوں گے۔ مگر شاہ صاحب اس پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟ اس لئے شاہ صاحب نے حضرت علیؓ کو آئندہ تمام انقلابات کا امام مان لیا ہے۔ اول امام الانقلاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے درجے امام الانقلاب حضرت علیؓ ہیں شاہ صاحب اس مسئلے پر تفہیمات الہیہ (جلد اول صد ۷۷ س ۱۱ جلد اول صد ۲۴۵) اس طرح انقلاب خلافت راشدہ کا جزو بن جاتا ہے اب کسی اسلامی نظام انقلاب سے علیحدہ کر کے مستقل درجہ دینا غلط ہوگا یوں حضرت علیؓ کی خلافت بھی خلافت راشدہ میں شمار کی جائے گی۔

شاہ ولی اللہ کی امامت

الغرض بین الاقوامی نظام کو قائم کرنے والی تعلیم جو قرآن حکیم میں ہے اس پر ہماری آج تک کی معلومات کی بنا پر شاہ ولی اللہ کو امام بنائے بغیر اس دوسرے ہزار میں عمل تقریباً ناممکن ہے پس اس کے لئے حضرت شاہ صاحب کو امام ماننا پڑے گا اور اسلامی جمہوریت قائم کر کے حجاز مقدس میں بین الاقوامی جمہوری نظام قائم کرنا ہوگا۔

فلما جاءھم بالبینٰت

بینات کیا ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تورات کی آیتوں سے اور انجیل کی آیتوں سے صاف واضح ہوتی ہے جیسا کہ سر سید احمد کی خطبات احمدیہ میں تصریح کی گئی ہے یہ بینات ہیں۔

قالوا ھٰذا سحر مبین۔ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔

سحر سے کیا مراد ہے؟

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہی پروگرام لے کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے تھے یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس پر حکم خداوندی حاکم ہو مگر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پروگرام کے تحت بین الاقوامی حکومت کا پیدا ہو جانا تو جادوگری ہوگی مرشی کے طریق کا کام نہ ہو یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلے کا ملتمس قبول نہیں تھے

ساعتے با اولیاء

امام ابو عمرو عبد الرحمٰن اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی اقبال احمد الاعظمی

امام اوزاعی دوسری صدی ہجری میں بلند پایہ فقیہ ومحدث اور بڑے صاحب ورع وتقویٰ بزرگ تھے، اللہ کا ذکر، قرآن مجید کی تلاوت، طالبین کو حدیث سنانا اور قرآن وسنت سے مسائل کا استنباط کرنا اور خلق اللہ کو بتانا ان کا ہر وقت کا مشغلہ تھا، اہل دنیا سے بے نیاز اور اُن کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرتے تھے، اور عباسی خلفا کے دور میں بنو امیہ کے خون کو جس طرح حلال اور سہتا سمجھ لیا گیا تھا اس سے سخت بیزار تھے اور ہر ایسے موقع پر مسلمان کے خون کی حرمت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے۔

اس دن خلیفہ ابو جعفر منصور نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا، امام سمجھے کہ شاید اب میرا وقت قریب آگیا، لیکن بات دوسری تھی بہر حال دربار میں پہنچے، سلام کیا اور خود پوچھا کہ "امیر المومنین! آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں آپ سے دین کی باتیں سیکھنا چاہتا ہوں" ——— منصور نے جواب دیا۔

"غور سے سنئے اور جو کچھ میں عرض کروں اسے ہر گز نہ بھولیئے" ——— امام نے فرمایا۔

"میں کیسے بھول سکتا ہوں جبکہ آپ کو میں نے اسی غرض کے لئے تکلیف دی ہے ——— منصور نے عرض کیا۔ امام بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مگر عمل بھی شرط ہے ——— اور پھر وعظ شروع فرمایا۔

"اے امیر المومنین! مجھ سے مکحول نے ابن بسر سے سن کر یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس بندہ کے پاس اللہ تعالے کی طرف سے اس کے دین کے بارے میں کوئی نصیحت آئی اور اس نے اسے شکر کے ساتھ قبول کیا تو وہ اللہ کی طرف سے اس بندہ پر نعمت ہے اور اگر اس نے اللہ کی اس نعمت کی قدر نہیں کی تو وہی نعمت اس کے خلاف حجت بن گئی جس کی وجہ سے اس کے گناہ میں اور اس کے اوپر اللہ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا رہے گا"

"اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو حاکم اپنی رعیت پہ ظلم کرتا ہے اللہ تعالے نے اس پر اپنی جنت حرام کردی ہے"

"اے امیر المومنین! جس نے حق کو گوارا نہ کیا اس نے (گویا) خدا سے بیزاری کی" بیشک اللہ حق مبین ہے"

"اے امیر المومنین! آپ پہلے تنہا اپنے نفس کے ذمہ دار اور جوابدہ تھے، پھر آپ دوسرے انسانوں پر حاکم ہوئے جن میں سرخ وسیاہ کافر اور مسلمان ہر طرح کے ہیں، اب آپ ان میں سے ہر ہر فرد کے ذمہ دار ہیں، اور ہر ایک شخص کا آپ کے عدل میں حصہ ہے ——— سوچیئے کہ ——— اس دن آپ کس حال میں ہوں گے۔ جب آپ کی رعیت کے سارے طبقے آپ کے پیچھے لگے ہوں گے اور ہر ایک آپ کے ظلم اور آپ کی سختیوں کا (جو اس کو آپ سے پہنچی ہیں) بدلہ آپ سے طلب کر رہا ہوگا"

"اے امیر المومنین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین پر مہربان اور ان کے ہمدرد وغمخوار تھے، ان کے درمیان عدل قائم کرتے اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی فرماتے تھے، آپ ان کے اوپر دروازہ بند نہیں فرماتے تھے ان کے آرام سے خوش اور ان کی تکلیفوں سے رنجیدہ ہوتے تھے"

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بدوی سے نادانستگی میں اذیت پہنچی اور آپ نے اس سے اس کا بدلہ لے لیا، حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور عرض کیا "اے محمد! اللہ تعالے نے آپ کو جبار اور متکبر بنا کر نہیں بھیجا ہے" آپ نے بدوی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھ سے قصاص لو، وہ اس کے لئے آمادہ نہیں ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے آپ کو معاف کیا۔ میں تو ایسا اُس وقت بھی نہ کرتا جب میری جان پر بن آتی" ——— تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعائے خیر فرما کر رخصت کیا"

"اے امیر المومنین! اگر ملک آپ سے پہلے خلیفہ کے ہاتھ میں باقی رہتا تو آپ کو نہ ملتا، ایسے ہی آپ کے لئے بھی باقی نہیں رہے گا جیسا کہ آپ سے پہلے لوگوں کے لئے باقی نہیں رہا"

امیر المومنین کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اعمالنامہ سے متعلق اس آیت کے بارہ میں کیا کہا ہے "مالھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا" (کیسی ہے یہ کتاب جس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی، سب ہی کو سمیٹ لیا ہے) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ صغیرہ (چھوٹی چیز) میں تبسم جیسی چیزیں شامل ہیں اور کبیرہ (بڑی چیز) میں ضحک یعنی آواز سے ہنسنا جیسی چیزیں شامل ہیں۔ پھر خیال فرمایئے کہ انسان جو کچھ ہاتھوں سے کرتا اور زبان سے کہتا ہے وہ اعمال نامہ میں کیسے درج نہ ہوگا۔

"اے امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی کھو کر مر جائے گا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالے اس کے بارہ میں بھی سوال کریں گے ——— سوچیئے کیا اللہ تعالے آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال نہیں کریں گے۔ جو آپ کی حکومت میں رہ کر آپ کے عدل وانصاف سے محروم رہے گا"

امیر المومنین! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے دادا نے اس آیت کا کیا مطلب بیان فرمایا ہے۔ یاداود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ (اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) خلیفہ بنایا، تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور (نفس کی) خواہش کی اتباع نہ کر۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ اے داؤد جب فریقین تمہارے سامنے بیٹھیں اور ان میں کسی ایک کی طرف کسی وجہ سے تمہارے نفس کا میلان ہو تو تم اس کی بھی تمنا نہ کرو کہ کاش یہ شخص کامیاب ہو جاتا۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم دفتر نبوت سے تمہارا نام مٹا دیں گے، پھر نہ تم ہمارے خلیفہ رہو گے اور نہ تمہارے لئے کوئی عزت ہو گی۔ اے داؤد! ہم اپنے پیغمبروں کو اپنے بندوں کا نگران بنا کر بھیجتے ہیں .... کہ وہ زیادتی کرنے والوں کو دباتے اور کمزوروں کو ان کا حق دلاتے ہیں۔

اے امیر المومنین! آپ پر ایک ایسی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اگر اس کو آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا جاتا تو وہ اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیتے اور (اگر ان پر ڈال دیا جاتا)، تو وہ اس کی وجہ سے پھٹ جاتے .... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار میں سے ایک صاحب کو صدقہ وصول کرنے کے لئے (کسی جگہ کا) عامل مقرر کیا۔ چند دنوں کے بعد دیکھا کہ وہ گھر ہی پر ہیں، دریافت فرمایا کہ "تمہیں اس کام سے کس چیز نے روکا۔

باقی بر صفحہ ۱۶

عیب جوئی

صغیرہ بانو شیریں

وَلَا تَجَسَّسُوْا اور کسی (کے عیب) کی ٹوہ میں نہ ہو۔ اسلام ہمارا ایک ایسا اچھا مذہب ہے جس میں ہم کو ہر بری بات اور اخلاقی برائی اور حق تلفی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہر ایسی بات جس سے دوسرے انسان کو نقصان پہنچے یا اس کا حق تلف ہو یا اس کو رنج ہو اسے اسلام میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیات قرآنی کی روشنی میں لوگوں کو غیبت سے منع فرمایا تو صحابہ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اگر کسی میں واقعی کوئی ہو اور وہ ہمیں معلوم ہو تو کیا اس کا ذکر بھی غیبت میں شامل کیا جائے گا۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں اس کا نام غیبت ہے اگر کسی میں کوئی عیب نہ ہو پھر کسی کی طرف عیب کی نسبت تہمت اور بہتان ہے۔

اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں کسی بے قصور کو قصوروار ٹھہرانا جرم ہے اسی طرح کسی آدمی کی ٹوہ میں رہنا اور ہر وقت اس کی کوتاہیوں پر واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور پھر بدنام کرنا اخلاقی گناہ میں شامل ہے۔ کسی بُرے آدمی کے سامنے اس کی برائی کرنی اس کو اور خراب کر دینے کے مترادف ہے ہم کو اپنے معاشرے کی اصلاح کرنی چاہیئے وہ صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ لوگوں کے سامنے اخلاق کی خوبیاں بیان کی جائیں اور ان کو بداخلاقی کی مضرتوں سے آگاہ کیا جائے یہ نہیں کہ الٹا ان کے عیب معلوم کر کے ان کو بدنام کیا جائے جس سے ان کو تکلیف ہو اخلاق ہی ایک ایسی چیز اسلام میں ہے جس کی بدولت ہزاروں نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالیں کہ اخلاق ہی اخلاق نظر آئے گا جس سے کتنے ہی غیر مسلم متاثر ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کسی مسلمان کے پردے کی باتوں کا تجسس نہ کرو ورنہ عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ پاک رسوا کرے گا۔ حدیث شریف میں ہے لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اور ان کے عیبوں کی تلاش میں نہ رہو کہ اس تلاش سے اصلاح کی بجائے شر و فساد پیدا ہو گا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہے تھے ایک مکان میں سے کسی کے گانے کی آواز آئی آپ کو یہ بات نہایت ناگوار گذری آپ نے فوراً تحقیق کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر والے یہ معلوم کر کے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں۔ خوف کی وجہ سے چھپ گئے اور کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ حضرت عمرؓ کیونکہ حقیقت سے دوچار ہونا چاہتے تھے۔ آپ کسی نہ کسی طرح مکان میں داخل ہو گئے۔ آپ کو دیکھ کر سب کے دل دہشت سے کانپ اٹھے لیکن وہی عورت جو گا رہی تھی مردانہ وار آگے بڑھی اور جرأت سے گویا ہوئی۔ اے امیر المومنین! ہم یقیناً ایک غلطی کے سزاوار ہوئے ہیں لیکن آپ سے اس وقت تین باتیں خلاف توقع اور خلاف شرع صادر ہوئی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی جرأت پر حیران ہو کر پوچھا بتاؤ وہ کونسی باتیں کی ہیں جن کو تم نے خلاف شرع سمجھا۔ اس عورت نے عرض کیا۔ " اے امیر المومنین! سب سے پہلی بات تو یہ جس کو ہر مسلمان جانتا ہے آپ اہل خانہ سے بغیر اذن لیئے گھر میں داخل ہوئے۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے صاف اور واضح لفظوں میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

ترجمہ:۔ اور اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں مت جاؤ جب تک گھر کے مالک سے اجازت نہ حاصل کر لو۔ اور دوسری بات یہ کہ بجائے دروازے کے آپ ایسے راستے سے اندر تشریف لائے جو گھر میں داخل ہونے کا نہیں اور نہ بنایا گیا ہے جب کہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ اور تم گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

اور اے مسلمانوں کے خلیفہ! تیسری بات یہ جس کا آپ نے ارتکاب کیا وہ اللہ کے حکم اور مرضی کے خلاف ہے۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا ...... اور کسی کی ٹوہ میں نہ رہو۔

آپ نے اندرون خانہ کے حالات کا تجسس چاہا

حضرت عمر یہ سن کر چپ ہو گئے آپ نے اعتراف کیا۔ اور پھر ان لوگوں کو بھی توبہ کی تلقین کی۔ جن کی آواز نے آپ کو غضب آلود کیا تھا۔

بھلا جب حضرت عمرؓ نے بھی برائے اصلاح تجسس روا نہ سمجھا اور بعد میں غلطی مان لی تو ہم لوگ کیسے کسی کی عیب جوئی کو روا سمجھ سکتے ہیں۔

خدام الدین خود پڑھیں دوسروں کو پڑھائیں

جانشین شیخ التفسیر کی جامعہ قاسمیہ لائلپور میں تشریف آوری

مولانا محمد ضیاء القاسمی مہتمم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی کی دعوت پر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب جانشین شیخ التفسیرؒ پنجم جون کو لائلپور تشریف لائے۔ مہتمم صاحب اور مولانا قاری عبد الحی عابد صاحب کی معیت میں حضرت نے جامعہ قاسمیہ کا معاینہ فرمایا اور جامعہ قاسمیہ کے تعلیمی تبلیغی عزائم دیکھ کر بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا، مہتمم صاحب اور ناظم صاحب کی درخواست پر حضرت نے جامعہ قاسمیہ کی سرپرستی قبول فرما کر ایک دینی ادارہ کو عزت بخشی۔ جامعہ قاسمیہ حضرت کی سرپرستی میں تجوید و قرأت، درجہ حفظ و ناظرہ، ترجمہ قرآن اور دار المبلغین جیسے اہم اسلامی مسائل پر مسلمانوں کی خدمات بجالا رہا ہے

نماز مغرب کے بعد جامع مسجد غلام محمد کالونی میں مجلس ذکر کا حضرت نے افتتاح فرمایا۔ ہزاروں کی تعداد میں احباب مجلس ذکر میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے شہر کے ممتاز علمائے کرام، تجار اور دفتری ملازمین کے علاوہ جھنگ، ٹوبہ ٹیک سنگھ سمندری، کمالیہ، چنیوٹ، سرگودھا، گوجرہ جیسے دور دراز مقامات سے سفر کر کے کثیر تعداد میں احباب پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت جانشین شیخ التفسیر کے حکم سے مولانا قاری عبد الحی صاحب عابد نے فضائل ذکر اور مجلس ذکر کی اہمیت پر ایک جامع تقریر فرمائی آپ کی تقریر کے بعد حضرت نے ذکر شروع کرایا تو مجلس پر عجیب کیف کا عالم طاری تھا کئی علمائے کرام ذکر کے ساتھ اس قدر رو رہے تھے جیسے انوار و تجلیات کی بارش انہیں براہِ راست متاثر کئے ہوئے ہے یہ وجد آفریں سماں کوئی پون گھنٹہ تک جاری رہا آخر میں حضرت نے ایک مبسوط تقریر فرمائی اور مدرسہ جامعہ قاسمیہ کے لئے اور مولانا محمد ضیاء القاسمی کے لئے دعائیں فرمائیں ... مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر بھی اس مجلس میں شرکت کے لئے بذریعہ بس لائلپور تشریف لائے۔ جوں ہی ڈاکٹر صاحب اس مجلس میں تشریف لائے احباب کے چہرے فرط مسرت سے چمک اٹھے اجتماع میں اللہ والوں کا ہجوم دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ آج رحمت باری سمٹ کر جامعہ قاسمیہ اور مسلمانان لائلپور کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے حضرت جانشین شیخ التفسیرؒ صبح ڈاک سے لاہور روانہ ہو گئے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی اور مولانا قاری عبد الحی صاحب عابد و دیگر متعدد احباب نے آپ کو الوداع کہی احباب کے اصرار پر مولانا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر شام تک ٹھہر گئے۔ شام کو ریل ایکسپریس سے لاہور روانہ ہوئے مولانا تاج محمود صاحب صدر مجلس احرار لائلپور مولانا مجاہد الحسینی سابق ایڈیٹر آزاد لاہور مولانا محمد ضیاء القاسمی نے آپ کو الوداع کہی

احقر۔ نادر حیات ناظر جامعہ قاسمیہ لائلپور

[illegible]